دعا اور توبہ

مؤلفین کرام

آیت اللہ مہدی آصفی

آقائی حسین انصاریان

ناشر

مصباح القرآن ٹرسٹ

قرآن سینٹر ۲۴۔ الفضل مارکیٹ۔ اردو بازار۔ لاہور

نام کتاب: **دعا اور توبہ**

تصنیف: آیت اللہ مہدی آصفی، آقائی حسین انصاریان

مترجمین: القائم گروپ

تصحیح و پروف: مجاہد حسین حرّ

کمپوزنگ: قائم گرافکس۔ جامعہ علمیہ۔ ڈیفنس کراچی

ناشر: مصباح القرآن ٹرسٹ۔ لاہور۔ پاکستان

تعداد: ایک ہزار (۱۰۰۰)

طبع: اوّل۔ ۱۴۳۳ھ

قیمت:

ملنے کا پتہ

مصباح القرآن ٹرسٹ

قرآن سینٹر ۲۴۔ الفضل مارکیٹ۔ اردو بازار۔ لاہور

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

عرض ناشر

مصباح القرآن ٹرسٹ محسن ملت سید صفدر حسین نجفی اعلی اللہ مقامہ کی ان صدقاتِ جاریہ میں سے ہے جس سے لوگ تا قیامت استفادہ کرتے رہیں گے اور موصوف کے درجات عالیہ میں اضافہ ہوتا رہے گا۔ مصباح القرآن ٹرسٹ نے تراجم وتفاسیر قرآن سے کام شروع کیا اور پھر ہر وہ کتاب جس کی ملت کو ضرورت تھی شائع کی انشاءاللہ العزیز شائع کرتی رہے گی۔

موجودہ کتاب قرآن و آئمہ معصومین علیہم السلام کی تعلیمات سے ملت کے لئے ایک خوبصورت انتخاب ہے۔ ''دعا اور توبہ'' دو حصوں پر مشتمل ہے پہلا حصہ آیت اللہ مہدی آصفی کی کتاب ''دعا اور اہل بیتؑ'' اور دوسرا حصہ آقائی حسین انصاریان کی ''توبہ آغوشِ رحمت''۔ ان دونوں کتابوں کا آپس میں کس حد تک ربط ہے یہ فیصلہ تو قاریان کرام ہی کریں گے۔ ہمیں امید ہے کہ یہ کتاب انشاءاللہ آپ کو پسند آئے گی۔

یاد رہے کہ مصباح القرآن نے اپنی تمام کتابیں آپ کے استفادہ کے لئے انٹرنیٹ پر دے دی ہیں۔ ایڈریس ہے:

www.misbahulqurantrust.com

www.misbahulqurantrust.org

قارئین کرام سے التماس ہے کہ اگر وہ اس کتاب میں کہیں خامی دیکھیں یا کمی محسوس کریں تو ہمیں مطلع ضرور فرمائیں ہم آپ کے شکرگزار ہوں گے۔ ادارہ کے ترقی اور اس کے بانی محسن ملت سید صفدر حسین نجفی اعلی اللہ مقامہ کے درجات کی بلندی کے لئے دعا کے طالب ہیں۔

ادارہ

مصباح القرآن ٹرسٹ لاہور پاکستان

فہرست

عنوان	صفحہ نمبر
پہلا حصہ	
دعا اور اہل بیتؑ	
دعا کی تعریف	14
1۔مدعو	14
۲۔خداوند عالم کا خزانہ جود وعطا سے ختم نہیں ہوتا	14
۳۔وہ اپنی ساحت وکبریائی میں کوئی بخل نہیں کرتا	15
2۔داعی (دعا کرنے والا)	15
3۔دعا (طلب، چاہت، مانگنا)	16
4۔مدعوّ لہ (جس کے لئے یا جو طلب کیا جائے؟)	16
دعا کی قدر و قیمت	17
قرآن کریم میں خدا کی بارگاہ میں حاضری کے چار مرحلے	19
دعا، روح عبادت ہے	21
دعا سے روگردانی، خداوند عالم سے روگردانی ہے	23

عنوان	صفحہ نمبر
بیشک اللہ اپنے بندے کی دعا کا مشتاق ہے	24
استجابت دعا	29
دعا توفیق اور استجابت کے حصار میں	29
قبولیت دعا کی دو جزائیں	31
مناجات محبین	33
دعا اور استجابت دعا کا رابطہ	33
دعا قبول ہونے میں اللہ کی سنت کیا ہے؟	34
عمل اور دعا اللہ کی رحمت کی دو کنجیاں	36
دعا اور عمل کے درمیان رابطہ	37
دعا اور استجابت دعا کے درمیان رابطہ	41
ضرورت سے پہلے دعا کرنا	46
دعا اور استجابت کے درمیان رابطہ کے سلسلہ میں تین قوانین	47
۱۔اللہ کی رحمت اور فقر وحاجت کے درمیان رابطہ	47

عنوان	صفحہ نمبر
۲۔فقر اور حاجت میں اللہ کی رحمت سے آگاہ ہو	
جانے کے بعد رابطہ۔	48
بارگاہ خدا میں احساس نیازمندی کی علامتیں	48
۳۔دعا اور استجابت دعا کے درمیان رابطہ	51
پہلی قسم کے موانع دعا	52
موانع (رکاوٹوں) کی دوسری قسم	56
دعا کی قبولیت میں تاخیر یا تبدیلی	57
جب دعا عمل میں تبدیل ہوجاتی ہے	59
دعا کی قبولیت اور دعا کے درمیان رابطہ	61
رحمت نازل ہونے کی تین منزلیں	65
دعا کے آداب اور اس کی شرائط	72
ا۔اللہ کی معرفت	74
۲۔اللہ سے حسن ظن	78
امام جعفر صادقؑ سے مروی ہے	80
۳۔اللہ کی بارگاہ میں اضطرار	81
حضرت امام جعفر صادقؑ سے مروی ہے	83
۴۔انھیں راستوں سے جانا جو خدا نے بتائے ہیں	83
۵۔خداوند عالم کی طرف پوری قلبی توجہ	84
۶۔دل پر خضوع اور رقت طاری کرنا	86
۷۔مشکلات اور راحت وآرام میں ہمیشہ دعا کرنا	89
۸۔عہد خدا کو وفا کرے	92
۹۔دعا اور عمل کا ساتھ	92

عنوان	صفحہ نمبر
۱۰۔سنت الٰہی میں کوئی تبدیلی نہیں ہوتی	94
۱۱۔گناہوں سے اجتناب	95
۱۲۔اجتماعی طور پر دعا کرنا اور مومنین کا آمین کہنا	96
۱۳۔آزادانہ طور پر، کسی تکلف کے بغیر دعا	97
۱۴۔نفس کو دعا،	97
حمد وثنائے الٰہی، استغفار اور صلوات پڑھنے کے	
لئے آمادہ کرنا	97
حضرت امام جعفر صادقؑ سے مروی ہے	99
۱۵۔خدا سے اسکے اسمائے حسنیٰ کے ذریعہ دعا کرنا	99
۱۶۔اپنی حاجتیں اللہ کے سامنے پیش کرو	100
۱۷۔دعا میں اصرار	101
۱۸۔ایک دوسرے کے لئے دعا کرنا	103
۱۹۔رحمت الٰہی نازل ہوتے وقت دعا	104
انسان پر دعا کے ذریعہ اللہ کی رحمت نازل ہوتی ہے	104
۲۰۔آدھی رات کے وقت دعا	106
۲۱۔دعا کے بعد ہاتھوں کو چہرے اور سر پر پھیرنا	109
موانع اور رکاوٹیں	109
گناہ بارگاہ خدا کی راہ میں ایک رکاوٹ	110
اخذ اور عطا میں دل کا دوہرا کردار	110
دلوں کے لئے دوسرا مرحلہ توسعہ اور عطا	112
دلوں کے منجمد ہونے کے اسباب	114
گناہوں سے دلوں کا اُلٹ جانا	115

عنوان	صفحہ نمبر
گناہوں کے ذریعہ انسان کے دل سے حلاوت ذکر کا خاتمہ	116
دعاؤں کو روک دینے والے گناہ	117
قبولیت اعمال کے موانع	118
صعود اعمال کے موانع (اسباب)	119
اعمال کو اللہ تک پہنچانے والے اسباب	123
جن چیزوں کو اللہ سے دعا کرتے وقت انجام دینا چاہئے	126
رسول خداؐ اور اہل بیت علیہم السلام سے توسل کرنا	128
دعائے کمیل کے ذریعہ اللہ تک رسائی کے وسائل	128
دعا کمیل کی عام تقسیم	129
تصمیم دعا کی فکر	130
الف۔ اللہ سے کوئی مفر نہیں ہے	131
باللہ کے علاوہ کوئی اور پناہ گاہ نہیں ہے	131
دعائے کمیل کے چار وسیلے	136
پہلا وسیلہ	136
دوسرا وسیلہ	137
تیسرا وسیلہ	139
چوتھا وسیلہ	140
دعا میں خدا سے کیا مانگنا چاہئے اور کیا نہیں مانگنا چاہئے	143
ا۔ دعا میں خدا سے کیا مانگنا چاہئے؟	143
ا۔ دعا میں محمد وآل محمد علیہم السلام پر صلوات	143
محمد وآل محمد علیہم السلام پر صلوات بھیجنے کے چند نمونے	145
۲۔ مومنین کے لئے دعا	146
الف عام مومنین کے لئے دعا	146
عمومی دعا کے کچھ نمونے	149
سرحدوں کے محافظوں کے حق میں دعا	151
قرآن کریم میں دعا کے تین صیغے	152
ا۔ اپنے لئے دعا	152
۲۔ دوسروں کے لئے دعا!	153
ملت عرش کی مومنین کے لئے دعا	154
۳۔ اجتماعی دعا	154
دعا کے تیسرے طریقہ کی تشریح وتفسیر	156
ب۔ مخصوص مومنین کیلئے دعا	159
1۔ غائب مومنین کیلئے دعا	159
2 چالیس مومنوں کیلئے دعا	161
3 دعا میں دوسروں کو ترجیح دینا	161
۳۔ والدین کے لئے دعا!	165
۴۔ اپنی ذات کیلئے دعا!	167
1۔ ہر لازم چیز کے لئے دعا!	167
2۔ بڑی حاجتیں چھوٹی حاجتوں پر پردہ نہ ڈال دیں	171
3 خداوند عالم کی بارگاہ میں بڑی نعمتوں کا سوال کرنا چاہئے	172
4۔ دعا کرکے سب کچھ تدبیر الٰہی کے حوالہ کر دینا	175

عنوان	صفحہ نمبر
5۔خداوند عالم سے ذات خدا کو طلب کرنا	178
جو چیزیں دعا میں سزاوار نہیں ہیں	179
۱۔کائنات اور حیات بشری میں اللہ کی عام سنتوں کے خلاف دعا کرنا	179
۲۔حل نہ ہونے والی چیزوں کیلئے دعا کرنا	182
۳۔دوسروں کی نعمتوں کے زوال کی تمنا کرنا	183
۴۔مصلحت کے خلاف دعا کرنا	184
۵۔فتنہ سے پناہ مانگنا	185
۶۔مومنین کے لئے بددعا کرنا	186
مومنین کے ساتھ ملاوٹ کرنے سے اللہ کا غضب نازل ہوتا ہے	190
مومنین سے سوئے ظن قبولیت عمل کی راہ میں رکاوٹ	190
اہل بیت علیہم السلام کی دعاؤں میں حبّ خدا	191
اللہ سے لو لگانا	191
اللہ کی محبت	192
ایمان اور محبت	195
محبت کی لذت	196
محبت کے ذریعہ عمل کی تلافی	198
محبت انسان کو عذاب سے بچاتی ہے	199
محبت کے درجات اور اس کے طریقے	200
دعا ابو حمزہ ثمالی۔	202

عنوان	صفحہ نمبر
محبت میں انسیت اور شوق کی حالت	207
دوسری صورت	221
دلوں میں پیدا ہونے والے شکوک	225
اصل اختیار	227
ہم پھر مناجات کا رخ کرتے ہیں	229
دعائے قاع اور قمہ	230
تین وسیلے	234
پہلا وسیلہ حاجت	234
دوسرا وسیلہ دعا	239
تیسرا وسیلہ محبت	240
اللہ سے ملاقات کے شوق کی ایک اور حالت	245
اللہ کے لئے خالص محبت	248
بندہ سے متعلق خداوند عالم کی حمیت	250
اللہ کے لئے اور اللہ کے بارے میں محبت	252
محبت کا پہلا سرچشمہ	254
۱۔اللہ اپنے بندوں کو دوست رکھتا ہے	255
۲۔ان کو اپنی محبت والفت عطا کرتا ہے	255
۳۔بندوں سے خداوند عالم کا اظہار دوستی	257
اہل بیت علیہم السلام کی میراث میں دعاؤں کے مصادر	258
اصحاب ائمہ علیہم السلام اور تدوین حدیث کا اہتمام	259
حدیث کے سلسلہ میں چار سو اصول	259
میراث اہل بیت علیہم السلام اور طغرل بیگ کی آتش زنی	260

عنوان	صفحہ نمبر
اہل بیت علیہم السلام کی محفوظ رہ جانے والی میراث	260
کتاب مصباح المتہجد کے ذریعہ محفوظ رہنے والی	
دعائیں	261
سید ابن طاؤس تک پہنچنے والے دعاؤں کے کچھ	
مصادر	261
سید ابن طاؤس کے پاس حدیث اور دعا کے پندرہ	
سو مصادر	262
سید ابن طاؤس کی ادعیہ اور اذکار کے سلسلہ میں	262
پندرہ کتابیں	
سید ابن طاووس سے متأخر دعاؤں کے مصادر	263
دعا اور قضا وقدر	264
تاریخ اور کائنات میں قانون علیت	264
خداوند عالم کے ارادہ کا قانون علیت سے رابطہ	266
پس ارادۂ الٰہیہ اور قانون علیت میں کیا رابطہ ہے؟	266
ارادۂ الٰہیہ قانون علیت پر بنفس نفیس قانون کی	
طرح حاکم ہے	266
قانون تسبیب	268
قانون توفیق	269
کائنات میں سلطان مطلق اللہ کا ارادہ	269
تکوین (موجودات) میں بداء	271
محو اور اثبات	272
"بداء" پر ایمان کی تردید	274

عنوان	صفحہ نمبر
دعا اور بداء	274
شکر	275
زیارت کے توحیدی اور سیاسی پہلو	276
تاریخ میں خاندان توحید	276
اس خاندان کی نسلوں کے درمیان رابطہ اور تسلسل	277
زیارت	282
زیارتوں کی عبارات میں آنے والے معانی و	
مفاہیم کا جائزہ	284
زیارتوں میں سیاسی اور انقلابی پہلو	284
ا۔زیارت کا عام سیاسی دائرہ سے رابطہ	284
(۱) شہادت	285
مقابلہ کے پہلے مرحلہ میں رسالت کی گواہی	285
مقابلہ کے دوسرے مرحلہ میں امامؑ کی گواہی	286
دوسرے مرحلہ میں تاویل قرآن پر جنگ کرنے کی	
گواہی	287
وارثت کی گواہی	288
شاہد ومشہود	290
(۲) الموقف	291
ولایت وبرائت	293
رضا اور غضب	294
سلم اور تسلیم	295
انتقام کے لئے مدد کی دعا	297

عنوان	صفحہ نمبر
انتقام اورخون خواہی کے لئے دعا	299
ا۔رسول اسلامؐ اوران کے اہل بیت علیہم السلام کیلئے دعا	299
دوسرا حصہ	
توبہ(آغوز رحمت)	
عرض مؤلف	306
نعمتیں اورانسان کی ذمہ داری	308
نعمتیں اورانسان کی ذمہ داری	308
1۔نعمت کی فراوانی اوروسعت	309
2۔حصول نعمت کاراستہ	309
3۔نعمت پرتوجہ	310
4۔نعمت پرشکر	311
5۔نعمت پرناشکری سے پرہیز	313
6۔نعمتوں کابے شمارہونا	314
7۔نعمتوں کی قدرشناسی	317
8۔نعمتوں کابے جااستعمال	318
9۔نعمتوں کے استعمال میں بخل کرنا	319
10۔نعمت،زائل ہونے کےاسباب وعلل	320
11۔اتمامِ نعمت	321
12۔نعمت سے صحیح فائدہ اٹھانے کاانعام	323
گناہ اوراس کاعلاج	325
صلح وصفا کی کنجی	326
ناامیدی کفرہے	327
علاج کرنے والے اطباء	328
توبہ واجبِ فوری ہے	336
توبہ واجب اخلاقی ہے	340
تواضع کے بارے میں احادیث	342
خداوندعالم کی طرف واپسی	343
گناہگاراورتوبہ کرنے کی طاقت	343
توبہ،آدم وحوا کی میراث	346
کیاکیاچیزیں گناہ ہیں؟	349
گناہوں کے برے آثار	350
جن گناہوں کے ذریعہ نعمتیں تبدیل ہوجاتی ہیں	352
جوگناہ ندامت اورپشیمانی کے باعث ہوتے ہیں	352
جن گناہوں کے ذریعہ نعمتیں زائل ہوجاتی ہیں	352
جن گناہوں کے ذریعہ انسان تک نعمتیں نہیں پہنچتیں	353
جن گناہوں کے ذریعہ پردہ اٹھ جاتا ہے	353
جوگناہ نزول بلاء کاسبب بنتے ہیں	353
جن گناہوں کے ذریعہ دشمن غالب آجاتے ہیں	353
جن گناہوں کے ذریعہ عمرگھٹ جاتی ہے	353
جن گناہوں کے ذریعہ امیدٹوٹ جاتی ہے	353
جن گناہوں کے ذریعہ انسان کاضمیرتاریک ہوجاتا ہے	353
جن گناہوں کےذریعہ(احترام کا)پردہ اٹھ جاتاہے	353

عنوان	صفحہ نمبر
جن گناہوں کے ذریعہ دعا قبول نہیں ہوتی	353
جو گناہ باران رحمت سے محرومی سبب بنتے ہیں	354
حقیقی توبہ کا راستہ	354
امام علی علیہ السلام کی نظر میں حقیقی توبہ	355
ہر گناہ کے لئے مخصوص توبہ	356
1۔شیطان	357
2۔دنیا	358
3۔آفات	359
حقیقی توبہ کرنے والوں کے لئے الٰہی تحفہ	359
توبہ جیسے باعظمت مسئلہ کے سلسلہ میں قرآن کا نظریہ	361
2۔حقیقی توبہ کا راستہ	362
3۔توبہ قبول ہونا	363
4۔توبہ سے منہ موڑنا	363
5۔توبہ قبول نہ ہونے کے اسباب	364
توبہ، احادیث کی روشنی میں	365
توبہ کے منافع اور فوائد	369
توبہ کرنے والوں کے واقعات	371
ایک نمونہ خاتون	371
شعوانہ کی توبہ	373
میدان جنگ میں توبہ	374
ایک یہودی نوجوان کی توبہ	374
ایک دہاتی کی بت پرستی سے توبہ	375
شقیق بلخی کی توبہ	376
فرشتے اور توبہ کرنے والوں کے گناہ	377
گناہگار اور توبہ کی مہلت	377
گناہگار اور توبہ کی امید	377
ایک سچا آدمی اور توبہ کرنے والا چور	377
ابوبصیر کا پڑوسی	378
ایک جیب کترے کی توبہ	379
توسّل اور توبہ	381
شراب خور اور توبہ	382
آہ، ایک سودمند تائب	383
توبہ کے ذریعہ مشکلات کا دور ہونا	384
عجیب اخلاق اور عجیب انجام	385
ایک کفن چور کی توبہ	386
فضیل عیاض کی توبہ	389
تین توبہ کرنے والے مسلمان	390
حرّبن یزید ریاحی کی توبہ	391
عصر عاشور دو بھائیوں کی توبہ	396
برادران یوسف کی توبہ	400
ایک جزیرہ نشین مرد کی توبہ	402
اصمعی اور بیابانی تائب	403
صدق اور سچائی توبہ کے باعث بنے	405

عنوان	صفحہ نمبر
ایک عجیب وغریب توبہ	406
بشر حافی کی توبہ	407
توبہ کرنے والا اہل بہشت ہے	407
ابولبابہ کی توبہ	408
ایک لوہار کی توبہ	409
قوم یونس کی توبہ	410
ایک جوان اسیر کی توبہ	412
ستم کارحکومت میں ایک ملازم شخص کی توبہ	412
حیرت انگیز توبہ	413
گناہگار نے پُرمعنی جملہ سے توبہ کر لی	414
گرنمی پسندی تغیر دہ قضارا	415
ہارون الرشید کے بیٹے کی توبہ	416
ایک آتش پرست کی توبہ	419
توبہ اور خدا سے صلح وصفا	421
تقویٰ وپرہیزگاری کے فوائد	422
انسان اوراس کی خواہشات	422
انسانی نفس خودسب سے بڑا بت ہے	425
جہاد اکبر	426
جہاد بالنفس (یعنی اپنے نفس سے جنگ کرنا)	428
اصلاح نفس کا طریقہ	428
اصلاح نفس سے متعلق مسائل کے عناوین	437
ابن سیرین اورخواب کی تعبیر	437

عنوان	صفحہ نمبر
خداداد بے شمار دولت اور علم	439
ایک پرہیزگاراور بیدار جوان	439
ایک جوان عابداور گناہ کے خطرہ پرتوجہ	440
بوریائے ولی لیکن اپنے نفس سے جنگ کرنے والا	441
فرصت کوغنیمت جاننا چاہئے	444
نیکیوں سے مزین ہونااور برائیوں سے پرہیز کرنا	446
نیکوں سے مزین ہونااور برائیوں سے پرہیز کرنا	447
اہل ہدایت وصاحب فلاح	448
غیب پرایمان	448
خداوندعالم	449
فرشتے	455
برزخ	456
محشر	459
حساب	464
میزان	469
بہشت وجہنم	471
نماز	475
انفاق	479
صدقہ وانفاق کے سلسلہ میں ایک عجیب وغریب واقعہ	483
امام جواد علیہ السلام کے نام امام رضا علیہ السلام کا ایک اہم خط	484
ماں باپ کے ساتھ نیکی	487
رشتہ داروں سے نیکی کرنا	490

عنوان	صفحہ نمبر
یتیموں پر احسان	492
مسکینوں پر احسان کرنا	494
نیک گفتار	497
اخلاص	499
صبر	502
مال حلال	504
تقویٰ	507
نیکی	509
غیرت	510
عبرت	511
خیر	512
تحصیل علم	513
امید	514
عدالت	517
سیئات اور برائیاں	519
جھوٹ	520
تہمت	521
غیبت	522
استہزاء اور مسخرہ کرنا	523
جھوٹی قسم کھانا	525
حرام شہوت	525
ظلم وستم	527
غیظ وغضب	529
بغض وکینہ	531
بخل	532
احتکار (ذخیرہ اندوزی)	534
حبّ دنیا	535
خیانت	537
شرابخوری	538
گالیاں اور نازیبا الفاظ	541
اسراف (فضول خرچی)	542
ملاوٹ اور دھوکہ بازی کرنا	543
ربا (سود)	545
تباہی وہلاکت کے اسباب	546
تکبر	547
فہرست منابع وماخذ	552

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّاٰلِ مُحَمَّدٍ

دعا اور اہل بیت علیہم السّلام

تألیف

آیت اللہ مہدی آصفی

دعا کی تعریف

دعا یعنی بندے کا خدا سے اپنی حاجتیں طلب کرنا۔ دعا کی اس تعریف کی اگر تحلیل کی جائے تو اس کے مندرجہ ذیل چار رکن ہیں:

ا۔ مدعو: خداوند تبارک وتعالیٰ۔

۲۔ داعی: بندہ۔

۳۔ دعا: بندے کا خدا سے مانگنا۔

۴۔ مدعولہ: وہ حاجت اور ضرورت جو بندہ خداوند قدوس سے طلب کرتا ہے۔

ہم ذیل میں ان چاروں ارکان کی وضاحت کر رہے ہیں:

1۔ مدعو:

یعنی دعا میں جس کو پکارا جاتا ہے وہ خداوند قدوس کی ذات ہے:

ا۔ خداوند قدوس غنی مطلق ہے جو آسمان اور زمین کا مالک ہے جیسا کہ ارشاد ہوتا ہے:

"اَلَمْ تَعْلَمْ اَنَّ اللّٰہَ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ" [1]

"کیا تم نہیں جانتے کہ آسمان وزمین کی حکومت صرف اللہ کے لئے ہے"

"وَلِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ" [2]

"اور اللہ ہی کے لئے زمین وآسمان اور ان کے درمیان کی کل حکومت ہے"

۲۔ خداوند عالم کا خزانہ جود وعطا سے ختم نہیں ہوتا:

"اِنَّ هٰذَا لَرِزْقُنَا مَا لَهٗ مِنْ نَّفَادٍ" [3]

---

[1] سورہ بقرہ آیت ۷

[2] سورہ مائدہ ۱۷

[3] سورہ ص آیت۔ ۵۴

"یہ ہمارا رزق ہے جو ختم ہونے والا نہیں ہے"

"كُلاًّ نُّمِدُّ هٰؤُلَاءِ وَهٰؤُلَاءِ مِنْ عَطَاءِ رَبِّكَ وَمَا كَانَ عَطَاءُ رَبِّكَ مَحْظُوراً" [1]

"ہم آپ کے پروردگار کی عطاو بخشش سے اِن کی اوراُن سب کی مدد کرتے ہیں اور آپ کے پروردگار کی عطا کسی پر بند نہیں ہے"

اور دعائے افتتاح میں وارد ہوا ہے: "لَاتَزِيْدُهُ كَثْرَةُ العَطَاءِ اِلَّا جُوْداً وَكَرَماً"

"اور عطا کی کثرت سوائے جود وکرم کے اور کچھ زیادہ نہیں کرتی"

۳۔ وہ اپنی ساحت و کبریائی میں کوئی بخل نہیں کرتا:

کسی چیز کے عطا کرنے سے اس کی ملکیت کا دائرہ تنگ نہیں ہوتا، وہ اپنے بندوں پر اپنی مرضی سے جو جود وکرم کرے اس سے اس کی ملکیت میں کوئی کمی نہیں آتی اور وہ بندوں کی حاجتوں کو قبول کرنے میں کوئی دریغ نہیں کرتا۔

اگر کوئی بندہ اس کو پکارے تو وہ دعا کو مستجاب کرنے میں کسی چھوٹے بڑے کا لحاظ نہیں کرتا ہے چونکہ خود اسی کا فرمان ہے: ادْعُوْنِيْ اَسْتَجِبْ لَكُمْ "مجھ سے دعا کرو میں قبول کرونگا" مگر یہ کہ خود بندہ دعا مستجاب کرانے کی صلاحیت نہ رکھتا ہو۔ چونکہ بندہ اس بات سے آگاہ نہیں ہوتا کہ کونسی دعا قبول ہونی چاہئے اور کونسی دعا قبول نہیں ہونی چاہئے فقط خداوند عالم اس چیز سے واقف ہے کہ بندے کے لئے کونسی دعا قبولیت کی صلاحیت رکھتی ہے اور کونسی قبولیت کی صلاحیت نہیں رکھتی جیسا کہ دعائے افتتاح میں آیا ہے:

"وَلَعَلَّ الَّذِيْ اَبْطَأَعَنِّيْ هُوَخَيْرٌلِيْ لِعِلْمِكَ بِعَاقِبَةِ الْاُمُوْرِ، فَلَمْ اَرَمَوْلىً كَرِيْماً اَصْبِرَعَلٰى عَبْدٍلَئِيْمٍ مِنْكَ عَلَيَّ"

"حالانکہ تو جانتا ہے کہ میرے لئے خیر اس تاخیر میں ہے اس لئے کہ تو امور کے انجام سے باخبر ہے میں نے تیرے جیسا کریم مولا نہیں دیکھا ہے جو مجھ جیسے ذلیل بندے کو برداشت کر سکے"

2۔ داعی: (دعا کرنے والا)

بندہ ہر چیز کا محتاج ہے یہاں تک کہ اپنی حفاظت کرنے میں بھی وہ اللہ کا محتاج ہے ارشاد ہوتا ہے:

"يَآاَيُّهَا النَّاسُ اَنْتُمُ الْفُقَرَآءُ اِلَى اللهِ وَاللهُ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيْدُ" [2]

"انسانوں تم سب اللہ کی بارگاہ کے فقیر ہو اور اللہ صاحب دولت اور قابل حمد وثنا ہے"

"وَاللهُ الْغَنِيُّ وَاَنْتُمُ الْفُقَرَآءُ" [3]

---

[1] سورہ اسراء آیت ۲۰

[2] سورہ فاطر آیت ۱۵

[3] سورہ محمد آیت ۳۸

"خدا سب سے بے نیاز ہے اور تم سب اس کے فقیر اور محتاج ہو"

انسان کے پاس اپنے فقر سے بہتر اور کوئی چیز نہیں ہے جو اس کی بارگاہ میں پیش کر سکے۔ اور اللہ کی بارگاہ میں اپنے کو فقیر بنا کر پیش کرنے سے اس کی رحمتوں کا نزول ہوتا ہے۔

اور جتنا بھی انسان اللہ کی بارگاہ کا فقیر رہے گا اتنا ہی اللہ کی رحمت سے قریب رہے گا اور اگر وہ تکبر کرے گا اور اپنی حاجت و ضرورت کو اس کے سامنے پیش نہیں کرے گا اتنا ہی وہ رحمت خدا سے دور ہوتا جائے گا۔

3۔ دعا: (طلب، چاہت، مانگنا)

انسان جتنا بھی گڑگڑا کر دعا مانگے گا اتنا ہی وہ رحمت خدا سے قریب ہوتا جائے گا۔ انسان کے مضطر ہونے کی سب سے ادنیٰ منزل یہ ہے کہ وہ اپنے تمام اختیارات کا مالک خدا کو سمجھے یعنی خدا کے علاوہ کوئی اس کی دعا قبول نہیں کر سکتا ہے اور مضطر کا مطلب یہ ہے کہ انسان کے پاس دوسرا کوئی اختیار نہ رہے یعنی اگر کوئی اختیار ہے تو وہ صرف اور صرف خدا کا اختیار ہے اور اس کے علاوہ کوئی اختیار نہیں ہے جب ایسا ہوگا تو انسان اپنے کو اللہ کی بارگاہ میں نہایت مضطر محسوس کرے گا۔۔۔ اور اسی وقت انسان اللہ کی رحمت سے بہت زیادہ قریب ہوگا:

"اَمَّنْ يُّجِيْبُ الْمُضْطَرَّ اِذَا دَعَاهُ وَيَكْشِفُ السُّوْءَ" [1]

"بھلا وہ کون ہے جو مضطر کی فریاد کو سنتا ہے جب وہ اس کو آواز دیتا ہے اور اس کی مصیبت کو دور کر دیتا ہے"

مضطر کی دعا اور اللہ کی طرف سے اس کی قبولیت کے درمیان کوئی فاصلہ نہیں ہے اور دعا میں اس اضطرار اور چاہت کا مطلب خدا کے علاوہ دنیا اور مافیہا سے قطع تعلق کر لینا اور صرف اور صرف اسی سے لو لگانا ہے اس کے علاوہ غیر خدا سے طلب اور دعا نہیں ہو سکتی ہے۔ اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ دعا انسان کو کوشش اور عمل کرنے سے بے نیاز کر دیتی ہے، جس طرح کوشش اور عمل، دعا کرنے والے کو اللہ سے دعا کرنے سے بے نیاز نہیں کرتے ہیں۔

4۔ مدعوّ لہ (جس کے لئے یا جو طلب کیا جائے؟)

انسان کو خداوند قدوس سے اپنی چھوٹی سے چھوٹی اور بڑی سے بڑی تمام حاجتیں طلب کرنا چاہئیں خدا اس کی حاجتوں کو پورا کرنے سے عاجز نہیں ہوتا اور نہ اس کے ملک و سلطنت میں کوئی کمی آتی ہے، اور نہ ہی بخل اس کی ساحتِ کبریائی سے ساز گار ہے۔

انسان کے لئے خداوند عالم سے اپنی چھوٹی سے چھوٹی حاجت طلب کرنے میں بھی کوئی حرج نہیں ہے (یہاں تک کہ وہ اپنے لئے جوتی، جانوروں کے لئے چارا اور اپنے آٹے کے لئے نمک بھی مانگ سکتا ہے) جیسا کہ روایت میں وارد ہوا ہے کہ خداوند عالم چھوٹی بڑی حاجتوں کو پورا کر کے اپنے بندے کو ہمیشہ اپنے سے لو لگانے کو دوست رکھتا ہے۔ نہ چھوٹی دعائیں، اور نہ ہی بڑی حاجتیں ہو

---

[1] سورہ نمل آیت ٦٢

نے کی وجہ سے خداوند عالم اپنے اور بندوں کے درمیان پردہ ڈالتا ہے۔ خداوند عالم تو ہمیشہ اپنے بندوں کی چھوٹی اور بڑی تمام حاجتوں کو پورا کرتا ہے اور اپنے بندے کے دل کو ہر حال میں اپنی طرف متوجہ کرنا چاہتا ہے۔

انسان اور خدا کے درمیان دعا اور حاجت کے مثل کوئی چیز واسطہ نہیں بن سکتی ہے۔ دعا کے یہی چار ارکان ہیں۔

دعا کی قدر و قیمت

ارشاد رب العزت ہے:

"وَقَالَ رَبُّكُمُ ادْعُونِيٓ أَسْتَجِبْ لَكُمْ ۚ إِنَّ الَّذِينَ يَسْتَكْبِرُونَ عَنْ عِبَادَتِي سَيَدْخُلُونَ جَهَنَّمَ دَاخِرِينَ" [1]

"اور تمہارے پروردگار کا ارشاد ہے مجھ سے دعا کرو میں قبول کرونگا اور یقیناً جو لوگ میری عبادت سے اکڑتے ہیں وہ عنقریب ذلت کے ساتھ جہنم میں داخل ہوں گے"

دعا یعنی بندے کا اپنے کو اللہ کے سامنے پیش کرنا اور یہی پیش کرنا ہی روح عبادت ہے اور عبادت انسان کی غرض خلقت ہے۔

یہی تینوں باتیں ہماری دعاؤں کی قدر و قیمت کو مجسم کرتی ہیں، دعا کی حقیقت کو واضح کرہیں، ہم اپنی بحث کا آغاز تیسری بات سے کرتے ہیں اس کے بعد دوسرے مطلب کو بیان کرنے کے بعد پھر پہلی بات بیان کریں گے۔

قرآن کریم نے صاف طور پر یہ بیان کیا ہے کہ انسان کی پیدائش کا مقصد عبادت ہے خداوند عالم کا ارشاد ہے:

"وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ" [2]

"اور میں نے جن وانس کو نہیں پیدا کیا مگر اپنی عبادت کے لئے"

اسی آخری نقطہ کی دین اسلام میں بڑی اہمیت ہے۔

اور عبادت کی قدر و قیمت یہ ہے کہ یہ انسان کو اسکے رب سے مربوط کردیتی ہے۔

عبادت میں اللہ سے قصد قربت اس کے محقق ہونے کے لئے اصلی اور جوہری امر ہے اور بغیر جوہر کے عبادت، عبادت نہیں ہے، عبادت اصل میں اللہ کی طرف حرکت ہے، اپنے کو اللہ کی بارگاہ میں پیش کرنا ہے۔ اور یہ دوسری حقیقت پہلی حقیقت کی وضاحت کرتی ہے۔

اور پہلی حقیقت انسان کا اللہ کی طرف متوجہ ہونا اللہ سے براہ راست مستحکم رابطہ ہے۔۔ اور عبادات میں دعا کے علاوہ کوئی

---

[1] سورہ مومن آیت ۶۰

[2] سورہ ذاریات آیت ۵۶

عبادت ایسی نہیں ہے جو اس سے زیادہ انسان کو اللہ سے قریب کرسکتی ہو سیف تمار سے مروی ہے: میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کو یہ فرماتے سنا ہے:

"علیکم بالدعاء فانکم لا تتقربون بمثلہ" [1]

"تم دعا کیا کرو خدا سے قریب کرنے میں اس سے بہتر کوئی چیز نہیں ہے"

جب بھی انسان کی حاجت اللہ کی طرف عظیم ہوگی اور وہ اللہ کا زیادہ محتاج ہوگا اور اس کی طرف وہ زیادہ مضطر ہوگا تو وہ اتنا ہی دعا کے ذریعہ اللہ کی طرف زیادہ متوجہ ہوگا۔

انسان کے اندر اللہ کی نسبت زیادہ محتاجی کا احساس اور اس کی طرف زیادہ مضطر ہونے اور دعا کے ذریعہ اس کی بارگاہ میں ہو نے کے درمیان رابطہ طبیعی ہے۔ بیشک ضرورت اور اضطرار کے وقت انسان اللہ کی پناہ مانگتا ہے جتنی زیادہ ضرورت ہوگی اتنا ہی انسان اللہ کی طرف متوجہ ہوگا اور اس

کے برعکس بھی ایسا ہی ہے یعنی جتنا انسان اپنے کو بے نیاز محسوس کرے گا خدا سے دور ہوتا جائیگا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

"کَلَّآ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَیَطْغٰٓی○اَنْ رَّاٰہُ اسْتَغْنٰی" [2]

"بیشک انسان سرکشی کرتا ہے جب وہ اپنے کو بے نیاز خیال کرتا ہے"

بیشک انسان جتنا اپنے کو غنی سمجھتا ہے اتنا ہی وہ اللہ سے روگردانی کرتا ہے اور سرکشی کرتا ہے اور جتنا اپنے کو فقیر محسوس کرتا ہے اتنا ہی اللہ سے لو لگاتا ہے۔ قرآن کی تعبیر بہت دقیق ہے:

"اَنْ رَّاٰہُ اسْتَغْنٰی" انسان اللہ سے بے نیاز نہیں ہوسکتا بلکہ انسان اللہ کا محتاج ہے:

"یٰٓاَیُّھَا النَّاسُ اَنْتُمُ الْفُقَرَآءُ اِلَی اللّٰہِ ۚ وَاللّٰہُ ھُوَ الْغَنِیُّ الْحَمِیْدُ" [3]

"انسانوں تم سب اللہ کی بارگاہ کے فقیر ہو اور اللہ صاحب دولت اور قابل حمد وثنا ہے"

لیکن انسان اپنے کو مستغنی سمجھتا ہے، انسان کا غرور صرف خیالی ہے۔

جب انسان اپنے کو اللہ سے بے نیاز دیکھتا ہے تو اس سے روگردانی کرتا ہے اور سرکش ہو جاتا ہے

جب اس کو نقصان پہنچتا ہے اور اللہ کی طرف اپنے مضطر ہونے کا احساس کرتا ہے تو پلٹ جاتا ہے اور خدا کے سامنے سر جھکا دیتا ہے۔

معلوم ہوا کہ اللہ کے سامنے سر جھکا دینے کا نام حقیقت دعا ہے۔ جو اللہ سے دعا کرتا ہے اور اس کے سامنے گڑ گڑاتا ہے تو اللہ

---

[1] بحار الانوار جلد ۹۳ صفحہ ۲۹۳

[2] سورہ علق آیت ۶۔۷

[3] سورہ فاطر آیت ۱۵

بھی اس کی دعا قبول کرتا ہے۔

اللہ کی طرف متوجہ ہونا اوراس سے لولگانا ہی دعا کی حقیقت، اسکا جوہر اوراس کی قیمت ہے۔

قرآن کریم میں خدا کی بارگاہ میں حاضری کے چار مرحلے

خداوند عالم نے اپنی بارگاہ میں حاضری کے لئے اپنے بندوں کے سامنے چار راستے رکھے ہیں جن میں دعا سب سے اہم راستہ ہےان چاروں راستوں کاقرآن وسنت میں تذکرہ ہے۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے:انسان کے لئے چار چیزیں انجام دینااس کے حق میں مفید ہےاوراس میں اس کا کوئی نقصان نہیں ہے:ایک ایمان اوردوسرے شکر،خداوند عالم ارشادفرماتا ہے:

"مَا يَفْعَلُ اللهُ بِعَذَابِكُمْ إِنْ شَكَرْتُمْ وَآمَنْتُم" [1]

"خداتم پرعذاب کرکے کیا کرے گااگرتم اس کے شکرگزاراورصاحب ایمان بن جاؤ"

تیسرے استغفارخداوندعالم ارشادفرماتا ہے:

"وَمَا كَانَ اللهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَأَنْتَ فِيهِمْ ۚ وَمَا كَانَ اللهُ مُعَذِّبَهُمْ وَهُمْ يَسْتَغْفِرُونَ" [2]

"حالانکہ اللہ ان پراس وقت تک عذاب نہیں کرے گا جب تک "پیغمبر" آپ ان کے درمیان ہیں اورخداان پرعذاب کر نے والانہیں ہے اگر یہ توبہ اوراستغفار کرنے والے ہوجائیں"

چوتھے دعا،خداوندعالم کاارشاد ہے:

"قُلْ مَا يَعْبَؤُا بِكُمْ رَبِّي لَوْلَا دُعَآؤُكُمْ" [3]

"پیغمبرآپ کہہ دیجئے کہ اگرتمہاری دعائیں نہ ہوتیں تو پروردگارتمہاری پرواہ بھی نہ کرتا"

معاویہ بن وہب نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے نقل کیاہے کہ آپ نے فرمایاہے:

"يامعاوية !من أُعطيَ ثلاثة لم يُحرم ثلاثة:من أُعطي الدعاء أُعطي الاجابة، ومن أُعطي الشكر أُعطي الزيادة، ومن أُعطي التوكل أُعطي الكفاية: فانّ الله تعالىٰ يقول في كتابه:"وَمَنْ يَّتَوَكَّلْ عَلَى اللهِ فَهُوَ حَسْبُه" [4]

---

[1] سورہ نساء آیت ۱۴۷

[2] سورہ انفال آیت ۳۳

[3] سورہ فرقان آیت ۷۷، بحارالانوار جلد ۹۳ صفحہ ۲۹۱

[4] سورہ طلاق آیت ۳

ویقول: "لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَاَزِيْدَنَّكُمْ" [1]

ویقول: "اُدْعُوْنِيْ اَسْتَجِبْ لَكُمْ" [2]

"اے معاویہ! جس کو تین چیزیں عطا کی گئیں وہ تین چیزوں سے محروم نہیں ہوگا: جس کو دعا عطا کی گئی وہ قبول بھی کی جائیگی، جس کو شکر عطا کیا گیا اس کے رزق میں برکت بھی ہوگی اور جس کو توکل عطا کیا گیا وہ اس کے لئے کافی ہوگا اس لئے کہ خداوند عالم قرآن کریم میں ارشاد فرماتا ہے:

"وَمَنْ يَّتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَهُوَ حَسْبُهٗ"

"اور جو خدا پر بھروسہ کرے گا خدا اس کے لئے کافی ہے"

"لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَاَزِيْدَنَّكُمْ"

"اگر تم ہمارا شکریہ ادا کروگے تو ہم نعمتوں میں اضافہ کردیں گے"

"اُدْعُوْنِيْ اَسْتَجِبْ لَكُمْ"

"اور تمہارے پروردگار کا ارشاد ہے مجھ سے دعا کرو میں قبول کروں گا"

عبداللہ بن ولید وصافی نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے نقل کیا ہے کہ آپ کا فرمان ہے:

"ثلاث لایضر معهن شیٔ: الدعاء عند الکربات، والاستغفار عند الذنب، و الشکر عند النعمة" [3]

"تین چیزوں کے ساتھ کوئی چیز ضرر نہیں پہنچا سکتی ہے: بے چینی میں دعا کرنا، گناہ کے وقت استغفار کرنا اور نعمت کے وقت خدا کا شکر ادا کرنا"

اللہ سے لولگانے کے یہی ذرائع ہیں اور اللہ سے لولگانے کے بہت زیادہ ذرائع ہیں جیسے توبہ، خوف وخشیت، اللہ سے محبت اور شوق، امید، شکر اور استغفار وغیرہ۔

انسان پر اللہ سے لولگانے کے لئے اس طرح کے مختلف راستوں کا اختیار کرنا ضروری ہے اور اسلام خدا سے رابطہ رکھنے کے لئے صرف ایک راستہ ہی کو کافی نہیں جانتا ہے۔

خدا سے رابطہ کرنے اور اس کی بارگاہ میں اپنے کو پیش کرنے کا سب سے اہم وسیلہ دعا ہے
کیونکہ فقر اور نیازمندوں سے زیادہ اور کوئی چیز انسان کو خدا کی طرف نہیں پہونچا سکتی ہے

[1] سورہ ابراہیم آیت ۷

[2] سورہ غافر آیت ۶۰، خصال صدوق جلد ۱ صفحہ ۵۰، المحاسن للبرقی صفحہ ۳، الکافی جلد ۲ صفحہ ۶۵۔

[3] ۔امالی شیخ طوسی صفحہ ۱۲۷۔

پس دعا خداوند عالم سے رابطے اور لو لگانے کا سب سے وسیع باب ہے۔

حضرت امام زین العابدین علیہ السلام فرماتے ہیں:

"الحمد للہ الذی اُنادیہ کلما شئت لحاجتی واخلوبہ حیث شئت لسّری بغیر شفیع فیقضی لی حاجتی"

"تمام تعریفیں اس خدا کے لئے ہیں جس کو میں آواز دیتا ہوں جب اپنی حاجتیں چاہتا ہوں اور جس کے ساتھ خلوت کرتا ہوں جب جب اپنے لئے کوئی راز دار چاہتا ہوں یعنی سفارش کرنے والے کی حاجت کو پوری کرتا ہے"

دعا، روح عبادت ہے

دعا عبادت کی روح ہے؛انسان کی خلقت کی غرض عبادت ہے؛اور عبادت کرنے کی غرض۔خداوند عالم سے شدید رابطہ کرنا ہے؛اور یہ رابطہ دعا کے ذریعہ ہی محقق ہوتا ہے اور اس کے وسائل وسیع اور قوی ہوتے ہیں:

حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں:

"الدعاء مخ العبادۃ؛ولا یھلك مع الدعاء احد" [1]

دعا عبادت کی روح ہے اور دعا کرنے سے کوئی بھی ہلاک نہیں ہوتا ہے"

اور یہ بھی رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی کا فرمان ہے:

"افزعوا الی اللہ فی حوائجکم، والجأوا الیہ فی ملمّاتکم، وتضرّعوا الیہ، وادعوہ؛فإنّ الدعاء مخ العبادۃ و ما من مؤمن یدعوا اللہ الّا استجاب، فإمّا ان یُعجّلہ لہ فی الدنیا اَویُؤجّل لہ فی الآخرۃ، وإمّا اَن یُکفّر عنہ من ذنوبہ بقدر مادعا؛مالم یدع بماءثم [2]

تم خدا کی بارگاہ میں اپنی حاجتوں کو نالہ وفریاد کے ذریعہ پیش کرو، مشکلوں میں اسی کی پناہ مانگو، اس کے سامنے گڑگڑاؤ، اسی سے دعا کرو، بیشک دعا عبادت کی روح ہے اور کسی مومن نے دعا نہیں کی مگر یہ کہ اس کی دعا ضرور قبول ہوئی، یا تو اسکی دنیا ہی میں جلدی دعا قبول کرلیتا ہے یا اس کو آخرت میں قبول کرے گا، یا بندہ جتنی دعا کرتا ہے اتنی مقدار میں ہی اسکے گناہوں کو ختم کردیتا ہے۔

گویا روایت ہم کو خداوند عالم سے دعا کرنے اور ہم کو اس کی بارگاہ میں پیش ہونے کا طریقہ سکھاتی ہیں۔

ان فقرات :"افزعوا الی اللہ فی حوائجکم "اپنی حاجتیں خدا کی بارگاہ میں پیش کرو" "والجاؤا الیہ فی ملمّاتکم" "مشکلوں میں اسی کی پناہ مانگو" "وتضرّعوا الیہ" "اسی کی بارگاہ میں گڑگڑاؤ" کے سلسلہ میں غور وفکر کریں۔

اور دوسری روایت میں حضرت رسول خدا فرماتے ہیں:

---

[1] ۔بحار الانوار جلد ۹۳ صفحہ ۳۰۰۔

[2] بحار الانوار جلد ۹۳ صفحہ ۳۰۲۔

"الدعاء سلاح المؤمن وعماد الدین" [۱]

"دعا مومن کا ہتھیار اور دین کا ستون ہے"

بیشک دعا دین کا ستون ہے اور اس کا مطلب اللہ کی طرف حرکت کرنا ہے اور اللہ کی بارگاہ میں اپنے کو پیش کرنے کا نام دعا ہے۔اور جب اپنے کو خداوند عالم کی بارگاہ میں پیش کرنے کا نام دعا ہے تو دعا خداوند عالم کے نزدیک سب سے محبوب اور سب سے اکرم چیز ہے۔

حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں:

"مامن شیء اکرم علیٰ اللہ تعالیٰ من الدعاء" [۲]

"خداوند عالم کے نزدیک سب سے اکرم چیز دعا ہے"

حنان بن سدیر اپنے پدر بزرگوار سے نقل کرتے ہیں کہ میں نے حضرت امام محمد باقر کی خدمت اقدس میں عرض کیا:

"ای العبادة افضل؟ فقال: "مامن شیء أحبّ الیٰ الله من أن یُسأل ویُطلب مما عنده، وما احد ابغض الیٰ اللہ عزّ وجلّ ممن یستکبر عن عبادته ولا یسأل مما عنده" [۳]

"کونسی عبادت سب سے افضل ہے؟ تو آپ (امام) نے فرمایا: خداوند عالم کے نزدیک سب سے اہم چیز یہ ہے کہ اس سے سوال کیا جائے اور خداوند عالم کے نزدیک سب سے مبغوض شخص وہ ہے جو عبادت کرنے پر غرور کرتا ہے اور خداوند عالم سے کچھ طلب نہیں کرتا"

بدھ کے دن پڑھی جانے والی دعا میں حضرت امیر المومنین علیہ السلام فرماتے ہیں:

"الحمد للہ الذی مرضاته فی الطلب الیه، والتماس مالدیه وسخطه فی ترك الالحاح فی المسألة علیه" [۴]

دعائے کمیل میں فرماتے ہیں:

"فَاِنَّكَ قَضَیْتَ عَلٰی عِبَادِكَ بِعِبَادَتِكَ وَاَمَرْتَهُمْ بِدُعَائِكَ وَضَمِنْتَ لَهُمُ الاِجَابَةَ، فَاِلَیْكَ یَارَبِّ نَصَبْتُ وَجْهِیْ وَاِلَیْكَ یَارَبِّ مَدَدْتُ یَدِیْ۔۔۔"

"اس لئے کہ تو نے اپنے بندوں کے بارے میں طے کیا ہے کہ وہ تیری عبادت کریں اور تو نے اپنے سے دعا کرنے کا حکم دیا

---

[۱] ۔بحار الانوار جلد ۹۳ صفحہ ۲۸۸۔

[۲] ۔مکارم الاخلاق صفحہ ۳۱۱۔

[۳] ۔مکارم الاخلاق صفحہ ۳۱۱۔اور محاسن برقی صفحہ ۲۹۲۔

[۴] دعا یوم الاربعاء۔

ہے اور تو اس کے قبول کرنے کا ضامن ہے پس اے خدا! میں نے تیری ہی طرف لو لگائی ہے اور اے پروردگار تیری ہی جانب اپنے ہاتھ پھیلائے ہیں"

دعا سے روگردانی، خداوند عالم سے روگردانی ہے

خداوند عالم ارشاد فرماتا ہے:

"وَقَالَ رَبُّكُمُ ادْعُونِي أَسْتَجِبْ لَكُمْ ۚ إِنَّ الَّذِينَ يَسْتَكْبِرُونَ عَنْ عِبَادَتِي سَيَدْخُلُونَ جَهَنَّمَ دَاخِرِينَ" [1]

"اور تمہارے پروردگار کا ارشاد ہے کہ مجھ سے دعا کرو میں قبول کرونگا اور یقیناً جو میری عبادت سے اکڑتے ہیں وہ عنقریب ذلت کے ساتھ جہنم میں داخل ہوں گے"

اس آیۂ کریمہ میں عبادت سے استکبار کرنا دعا سے روگردانی کرنا ہے، پس سیاق آیت کرنے کی دعوت دے رہا ہے۔ خداوند عالم فرماتا ہے:

"ادْعُونِي أَسْتَجِبْ لَكُمْ"

"مجھ سے دعا کرو میں قبول کرونگا"

اور اس کے بعد فوراً فرماتا ہے:

"إِنَّ الَّذِينَ يَسْتَكْبِرُونَ عَنْ عِبَادَتِي سَيَدْخُلُونَ جَهَنَّمَ دَاخِرِينَ" [2]

"اور یقینا جو لوگ میری عبادت سے اکڑتے ہیں وہ عنقریب ذلت کے ساتھ جہنم میں داخل ہوں گے"۔

اس آیۂ کریمہ میں دعا سے اعراض کرنا عبادت نہ کرنے کے مترادف ہے اس لئے کہ یہ اللہ سے روگردانی کرنا ہے۔

اور اس آیت کی تفسیر میں یہی معنی حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے نقل کئے گئے ہیں:

"هی والله العبادة، هی والله العبادة"

"خدا کی قسم یہی عبادت ہے، خدا کی قسم یہی عبادت ہے"۔

حماد بن عیسیٰ نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے نقل کیا ہے:

"انّ الدعاء هو العبادة: انّ الله عزّوجلّ يقول: "إِنَّ الَّذِينَ يَسْتَكْبِرُونَ عَنْ عِبَادَتِي سَيَدْخُلُونَ جَهَنَّمَ دَاخِرِينَ" [3]

---

[1] سورہ مومن آیت ۶۰۔

[2] سورہ مومن آیت ۶۰۔

[3] وسائل الشیعہ جلد ۴ صفحہ ۱۰۸۳۔

"بیشک دعا سے مراد عبادت ہے اور خداوند عالم فرماتا ہے:

"اِنَّ الَّذِيْنَ يَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِيْ سَيَدْخُلُوْنَ جَهَنَّمَ دٰخِرِيْنَ"

"اور تمہارے پروردگار کا ارشاد ہے کہ مجھ سے دعا کرو میں قبول کرونگا اور یقیناً جولوگ میری عبادت سے اکڑتے ہیں وہ عنقریب ذلت کے ساتھ جہنم میں داخل ہوں گے"

اور اللہ کے نزدیک دعا اور دعا کی مقدار کے علاوہ انسان کی کوئی قیمت وارزش نہیں ہے اور خداوند عالم اپنے بندے کی اتنی ہی پرواہ کرتا ہے جتنی وہ دعا کرتا ہے اور اس کو قبول کرتا ہے:

"قُلْ مَا يَعْبَؤُا بِكُمْ رَبِّيْ لَوْلَا دُعَاؤُكُمْ" [1]

"پیغمبر آپ کہہ دیجئے کہ اگر تمہاری دعائیں نہ ہوتیں تو پروردگار تمہاری پرواہ بھی نہ کرتا"

بیشک دعا خداوند عالم کی بارگاہ میں اپنے کو پیش کرنے کے مساوی ہے جیسا کہ دعا سے اعراض (منھ موڑنا) کرنا اللہ سے اعراض کرنا ہے۔

اور جو اللہ سے منھ موڑتا ہے تو خداوند عالم بھی اس کی پرواہ نہیں کرتا، اور نہ ہی اللہ کے نزدیک اس کی کوئی قدر و قیمت ہے۔

حضرت امام باقر علیہ السلام ایک حدیث میں فرماتے ہیں:

"وما احد ابغض الی اللہ عزّوجلّ ممن یستکبر عن عبادته، ولا یسأل ما عنده" [2]

حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مروی ہے:

"لتسألنّ اللہ أو لیغضبنّ علیکم، انّ للہ عبادا یعملون فیعطیهم، وآخرین یسألونه صادقین فیعطیهم ثم یجمعهم فی الجنة، فیقول الذین عملوا: ربنا عملنا فاعطیتنا، فبما اعطیت هؤلاء؟ فیقول: هؤلاء عبادی اعطیتکم اجورکم ولم التکم من اعمالکم شیئا، وسألنی هؤلاء فاعطیتهم واغنیتهم، وهو فضلی اوتیه مَنْ أشاء" [3]

بیشک اللہ اپنے بندے کی دعا کا مشتاق ہے

جب بندہ خداوند عالم کی بارگاہ میں دعا کے لئے حاضر ہوتا ہے تو اللہ اس سے محبت کرتا ہے۔ اور جب بندہ اللہ سے روگردانی کرتا ہے تو خدا بھی اسے پسند نہیں کرتا ہے۔

کبھی کبھی خداوند عالم اپنے مومن بندے کی دعا مستجاب کرنے میں اس لئے دیر لگا دیتا ہے تاکہ وہ دیر تک اس کی بارگاہ میں

[1] سورہ فرقان آیت ٦٠۔
[2] وسائل الشیعہ جلد ٤: صفحہ ١٠٨٤۔
[3] وسائل الشیعہ جلد ٤: صفحہ ١٠٨٤۔ حدیث ٨٦٠٩۔

کھڑا رہے اور اس سے دعا کر کے گڑگڑاتا رہے۔ کیونکہ اسے اپنے بندے کا گڑگڑانا بھی پسند ہے اسی لئے وہ دعا اور مناجات کا مشتاق رہتا ہے۔

عالم آل محمد یعنی امام رضا علیہ السلام سے مروی ہے:

"انّ اللہ عزّوجلّ لیؤخّر اجابة المؤمن شوقاً الیٰ دعائه ویقول:صوتاً احبّ أن اسمعه۔ ویعجّل إجابة دعاء المنافق، ویقول:صوتاً اکره سماعه" [1]

"خداوند عالم مومن کی دعا کے شوق میں اس کی دعا کو دیر سے مستجاب کرتا ہے اور کہتا ہے: مجھے یہ آواز پسند ہے اور منافق کی دعا جلد قبول کرتا ہے اور فرماتا ہے کہ مجھے اس کی آواز پسند نہیں"

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے:

"أکثروا من أن تدعوا اللہ، فإنّ اللہ یحبّ من عباده المؤمنین أن یدعوه، وقد وعد عباده المؤمنین الاستجابة" [2]

"تم خداوند عالم سے بہت زیادہ دعائیں کرو بیشک اللہ کو یہ پسند ہے کہ اس کے مومن بندے اس سے دعائیں کریں اور اس نے اپنے مومن بندوں کی دعا قبول کرنے کا وعدہ کیا ہے"

حضرت امیر المومنین علیہ السلام سے مروی ہے:

"احبّ الأعمال إلیٰ اللہ عزّوجلّ فی الأرض:الدعاء" [3]

"زمین پر اللہ کا سب سے پسندیدہ عمل: دعا ہے"

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے مروی ہے:

"إنّ المؤمن یسأل اللہ عزّوجلّ حاجة فیؤخرعنه تعجیل اجابته حبّاً لصوته واستماع نحیبه" [4]

"بیشک جب کوئی مومن اللہ عزوجل سے کوئی سوال کرتا ہے تو خداوند عالم اس مومن کی دعا کی قبولیت میں اس کی آواز کو دوست رکھنے اور سننے کی خاطر تاخیر کرتا ہے"

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے:

---

[1] بحار الانوار جلد ۹۷ صفحہ ۲۹۶۔

[2] وسائل الشیعہ جلد ۴: صفحہ ۱۰۸۶، حدیث ۸۶۱۶۔

[3] وسائل الشیعة جلد ۴ صفحہ ۱۰۸۹، حدیث ۸۶۳۹۔

[4] قرب الاسناد صفحہ ۱۷۱، اصول کافی صفحہ ۵۲۶۔

"انّ العبد لیدعو فیقول الله عزّ و جلّ للملکین: قد استجبت له، و لکن احبسوه بحاجته، فانّی اُحبّ ان اسمع صوته، وانّ العبدلیدعوفیقول الله تبارك وتعالیٰ: عجلوا له حاجته فانی ابغض صوته" [1]

"جب ایک بندہ خداوندعزوجل سے دعا مانگتا ہے تو خداوندعالم دوفرشتوں سے کہتا ہے: میں نے اس کی دعا قبول کر لی ہے لیکن تم اس کو اس کی حاجت کے ساتھ قید کرلو، چونکہ مجھے اس کی آواز پسند ہے، اور جب ایک بندہ دعا کرتا ہے تو خداوندعالم کہتا ہے: اس کی حاجت روائی میں جلدی کروچونکہ مجھے اس کی آواز پسند نہیں ہے"

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے:

"انّ العبد الولی لله لیدعوالله عزّوجلّ فی الامر ینوبه، فیُقال للملك الموکل به: اقض لعبدی حاجته، و لا تُعجّلها فانّی اشتهی ان اسمع صوته ونداءه وانّ العبدالعدولله عزّوجلّ یدعوالله عزّوجلّ فی الامر ینوبه، فیُقال للملك الموکل به: اقض حاجته، وعجّلها فانّی اکره ان اسمع صوته وندائه" [2]

"اللہ کو دوست رکھنے والا بندہ دعا کرتے وقت اللہ کو اپنے امر میں اپنا نائب بنادیتا ہے تو خداوندعالم اس بندے پر موکل فرشتو ں سے کہتا ہے: میرے اس بندے کی حاجت قبول کرلومگر اسے پوری کرنے میں ابھی جلدی نہ کرنا چونکہ میں اس کی آواز سننے کو دوست رکھتا ہوں اور جب اللہ کا دشمن بندہ اللہ سے دعا کرتے وقت اس کو اپنے کسی کام میں اپنا نائب بنانا چاہتا ہے تو خداوندعالم اس بندے پر موکل فرشتوں سے کہتا ہے اس کی حاجت کو پورا کرنے میں جلدی کرواس لئے کہ میں اس کی آواز سننا پسند نہیں کرتا ہوں"

خداوندعالم کو ہرگز یہ پسند نہیں ہے کہ اس کے بندے ایک دوسرے سے سوال کریں بلکہ اگر وہ اپنی عزت نفس کا خیال رکھتے ہوئے دوسروں کے سامنے ہاتھ نہ پھیلائیں تو اس کو یہی پسند ہے لیکن اللہ تبارک وتعالیٰ اپنی بارگاہ میں مومنین کے سوال کو پسند کرتا ہے اور اپنے سامنے ان کے گریہ وزاری اور دعا کرنے کو پسند کرتا ہے۔

حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں:

"انّ الله احبّ شیئاً لنفسه وابغضه لخلقه، ابغض لخلقه المسألة، واحبّ لنفسه ان یُسأل، ولیس شیء احبّ الیٰ الله عزّوجلّ من ان یُسأل، فلایستحی احدکم من ان یسأل الله من فضله، ولوشسع نعل" [3]

"خداوندعالم ایک چیز اپنے لئے پسند کرتا ہے لیکن اس کو مخلوق کے لئے پسند نہیں کرتا، وہ اپنے لئے اس بات کو دوست رکھتا

---

[1] وسائل الشیعہ جلد ۴ صفحہ ۱۱۱۲، حدیث ۸۷۳۱۔ اصول کافی جلد ۲، صفحہ ۵۲۶۔

[2] اصول کافی جلد ۲ صفحہ ۵۲۷، وسائل الشیعہ جلد ۴ صفحہ ۱۱۱۲، حدیث ۸۷۳۲۔

[3] فروع الکافی جلد ۱ صفحہ ۱۹۶، من لایحضرہ الفقیہ جلد ۱ صفحہ ۲۳۔

ہے کہ اس سے سوال کیا جائے اور اللہ کے نزدیک اس سے سوال کرنے کے علاوہ کوئی چیز محبوب نہیں ہے پس تم میں سے کوئی اللہ سے اس کے فضل کا سوال کرنے میں شرم نہ کرے اگر چہ وہ جوتے کے تسمے کے بارے میں ہی کیوں نہ ہو"

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے:

"انّ الله يحبّ العبد أن يطلب اليه فی الجرم العظيم، ويبغض العبد أن يستخفّ بالجرم اليسير" [1]

"اللہ بندے کی اس بات کو پسند کرتا ہے کہ وہ اس کو بڑے جرم میں پکارے اور اس بات سے ناراض ہوتا ہے کہ وہ اس کو چھوٹے جرم میں نہ پکارے"

محمد بن عجلان سے مروی ہے کہ: "اصابتنی فاقة شديدة واضاقة، ولا صديق لمضيق ولزمنی دينٌ ثقيل وعظيم، يلحّ فی المطالبة، فتوجّهت نحو دار الحسن بن زيد۔ وهو يومئذ أمير المدينة۔ لمعرفة كانت بينی وبينه، وشعر بذلك من حالی محمد بن عبد الله بن علی بن الحسين، وكان بينی وبينه قديم معرفة، فلقينی فی الطريق فأخذ بيدی وقال: قد بلغنی ما أنت بسبيله، فمن تؤمّل لكشف ما نزل بك؟

قلت: الحسن بن زيد۔ فقال اذن لايقضی حاجتك، ولاتسعف بطلبتك، فعليك بمن يقدر على ذلك، و هو اجود الاجودين، فالتمس ما تؤمّله من قبله، فإنّی سمعت ابن عمی جعفر بن محمد يُحدّث عن ابيه، عن جده، عن ابيه الحسين بن علی، عن ابيه علی بن ابيطالب عن النبی ﷺ قال: اوحیٰ الله الیٰ بعض انبيائه فی بعض وحيه: وعزّتی وجلالی لأقطعن أمل كل آمل امّل غيری بالإياس، ولأكسونّه ثوب المذلّة فی الناس، ولأبعدنّه من فَرَجی وفضلی، أيأمل عبدی فی الشدائد غيری والشدائد بيدی؟ ويرجو سوای وانا الغنی الجواد؟ بيدی مفاتيح الابواب وهی مغلقة، وبابی مفتوح لمن دعانی۔

الم تعلموا انّ من دهاه نائبة لم يملك كشفها عنه غيری، فمالی أراه يأمله معرضا عنی وقد اعطيته بجودی وكرمی مالم يسألنی؟

فأعْرَضَ عنی، ولم يسألنی، وسأل فی نائبته غيری، وأنا الله ابتدیٔ بالعطية قبل المسألة۔ أفأُسأل فلا أجُوَد؟ كلّا۔ أليس الجود والكرم لی؟ أليس الدنيا والآخرة بيدی؟ فلوانّ اهل سبع سماوات وارضين سألونی جميعا واعطيت كل واحد منهم مسألته مانقص ذلك من ملكی مثل جناح البعوضة، وكيف ينقص مُلْك أنا قيّمه فيا بؤسا لمن عصانی، ولم يراقبنی۔

---

[1] المحاسن البرقی صفحہ ۲۹۳، بحار الانوار جلد ۹۳ صفحہ ۲۹۲۔

فقلت له:یابن رسول الله، أعد علیّ هذا الحدیث، فأعاده ثلاثاً، فقلت:لا والله ماسألت احدا بعدها حاجة۔ فمالبث أن جاءنی الله برزق من عنده،[1]

"میں شدید فقر وفاقہ کی زندگی گزار رہا تھا، میری تنگدستی کو دور کرنے والا بھی کوئی میرا ساتھی نہیں تھا اور مجھ پر دین کی اطاعت بڑی مشکل ہوگئی تھی اور میں اپنی ضروریات زندگی کے لئے چیخ اور چلا رہا تھا تو میں نے اس وقت اپنا وظیفہ معلوم کرنے کے لئے حسن بن زید (جو اس وقت مدینہ کے امیر وحاکم تھے) کے گھر کا رخ کیا اور ان تک میرے حالات کی خبر میرے قدیمی ہمنشین محمد بن عبداللہ بن علی بن الحسین علیہ السلام نے پہنچائی، میری ان سے راستہ میں ملاقات ہوئی تو انھوں نے میرا ہاتھ پکڑ کر کہا: مجھ کو تمہارے حالات کے بارے میں خبر ملی ہے میں تمہارے بارے میں نازل ہونے والی مشکلات کے بارے میں سوچ رہا ہوں؟

میں نے کہا: حسن بن زید، اس نے کہا تمہاری حاجت پوری نہیں ہوگی اور تم اپنے مقصد تک نہیں پہنچ سکتے تم ایسے شخص کے پاس جاؤ جو تمہاری حاجت روائی کی قدرت رکھتا ہے اور تمام سخاوت کرنے والوں سے زیادہ سخی ہے اپنی مشکلات کے لئے ان کے پاس جاؤ اس لئے کہ میں نے سنا ہے کہ میرے چچا زاد بھائی جعفر بن محمد علیہما السلام نے اپنے والد کے ذریعہ اپنے جد سے پھر ان کے والد سے حسین بن علی علیہما السلام سے انھوں نے اپنے والد علی بن ابی طالب علیہ السلام سے نقل کیا ہے کہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے: خداوندعالم نے اپنے بعض انبیاء علیہم السلام کی طرف وحی نازل کی کہ مجھے اپنی عزت وجلال کی قسم ہے میں ہر اس شخص کی امید مایوسی میں بدل دونگا جو میرے علاوہ کسی اور سے امید لگائے گا، اسے ذلت کا لباس پہناؤں گا اور اسے اپنے فضل وکرم سے دور کر دونگا۔ کیا میرا بندہ مشکلات میں میرے علاوہ کسی اور سے امید کرتا ہے حالانکہ میں غنی جواد ہوں؟ تمام ابواب کی کنجی میرے ہاتھ میں ہے حالانکہ تمام دروازے بند ہیں اور مجھ سے دعا کرنے والے کے لئے میرا دروازہ کھلا ہوا ہے۔

کیا تم نہیں جانتے کہ جس کو کوئی مشکل پیش آئے اس کی مشکل کو میرے علاوہ کوئی اور دور نہیں کرسکتا تو میں اس کو غیر سے امید رکھتے ہوئے اور خود سے روگردانی کرتے ہوئے دیکھتا ہوں جبکہ میں نے اپنی سخاوت اور کرم کے ذریعہ وہ چیزیں عطا کی ہیں جن کا اس نے مجھ سے مطالبہ نہیں کیا ہے؟

لیکن اس نے مجھ سے روگردانی کی اور طلب نہیں کیا بلکہ اپنی مشکل میں دوسروں سے مانگا جبکہ میں ایسا خدا ہوں جو مانگنے سے پہلے ہی دیدیتا ہوں۔

تو کیا ایسا ہوسکتا ہے کہ مجھ سے سوال کیا جائے اور میں جود وکرم نہ کروں؟ ایسا ہرگز نہیں ہوسکتا۔ کیا جود وکرم میرے نہیں ہیں؟ کیا دنیا اور آخرت میرے ہاتھ میں نہیں ہیں؟ اگر سات زمین اور آسمان کے لوگ سب مل کر مجھ سے سوال کریں اور میں ہر ایک کی ضرورت کے مطابق اس کو عطا کردوں تو بھی میری ملکیت میں ایک مچھر کے پَر کے برابر بھی کمی نہیں آئیگی اور کیسے کمی آ بھی سکتی ہے جس کا ذمہ دار میں ہوں، لہٰذا میری مخالفت کرنے والے اور مجھ سے نہ ڈرنے والے پر افسوس ہے۔

---

[1] بحارالانوار جلد ۹۳ صفحہ ۳۰۳، ۳۰۴۔

راوی کہتا ہے کہ میں نے امام علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا: اے فرزند رسول اس حدیث کی میرے لئے تکرار فرما دیجئے تو آپ نے اس حدیث کی تین مرتبہ تکرار فرمائی۔

میں نے عرض کیا: خدا کی قسم آج کے بعد کسی سے کوئی سوال نہیں کروں گا تو کچھ ہی دیر گذری تھی کہ خداوند عالم نے مجھ کو اپنی جانب سے رزق عطا فرمایا"

استجابت دعا

دعا توفیق اور استجابت کے حصار میں

دعا دو طرف سے اللہ کی رحمت سے گھری ہوئی ہوتی ہے: اللہ کی طرف سے توفیق اور دعا کی قبولیت۔ بندے کی دعا اللہ کی دی ہوئی توفیق کے علاوہ قبول نہیں ہوتی ہے اللہ اپنے بندہ کو دعا کرنے کی توفیق کا رزق عطا کرتا ہے چونکہ بندہ اس توفیق کے بغیر اللہ کی بارگاہ میں دعا پیش کرنے میں کامیاب نہیں ہوسکتا لہٰذا دعا سے پہلے اس توفیق کا ہونا ضروری ہے اور جب بندہ خدا سے دعا کرتا ہے تو اللہ اس کی دعا قبول کرتا ہے:

"اُدْعُوْنِیْٓ اَسْتَجِبْ لَکُمْ "[1]

"مجھ سے دعا کرو میں قبول کرونگا"

تو پہلے اللہ سے دعا کرنے کی توفیق لازم ہوتی ہے اور پھر دعا بارگاہ معبود میں قبول ہوتی ہے۔ یہ دونوں چیزیں دعا کا احاطہ کئے ہوئے ہیں، یہ دونوں اللہ کی رحمت کے دروازے ہیں جو بندے کے لئے اس کے دعا کرنے سے پہلے اور دعا کرنے کے بعد کھلے رہتے ہیں۔ حضرت رسول خدا سے مروی ہے

"مَنْ فُتح له منکم باب الدعاء فتحت له أبواب الرحمة"[2]

"تم میں سے جس شخص کے لئے دعا کا دروازہ کھل جائے اس کے لئے ابواب رحمت کھل جاتے ہیں

حضرت امام زین العابدین علیہ السلام سے مروی ہے:

"فذ کروك بمنّك وشکروك"

جب بندہ اپنے پروردگار کو یاد کرتا ہے تو یہ اللہ کی عصمت اور اس کے فضل کی وجہ سے ہے جس کی وجہ سے وہ (خدا) بندہ کے شکر کا مستحق ہے اور امام زین العابدین علیہ السلام ہی مناجات خمس عشرہ میں فرماتے ہیں:

"فَاِنَّا بِكَ وَلَكَ وَلَا وَسِیْلَةَ لَنَا اِلَیْكَ اِلَّا اَنْتَ"

---

[1] سورہ مومن آیت ٦٠۔

[2] درمنثور کے نقل کے مطابق المیزان جلد ٢ صفحہ ٤٢۔

"ہم تیری وجہ سے ہیں اور تیرے لئے ہیں اور ہمارے پاس تیرے علاوہ تیرے پاس آنے کا کوئی ذریعہ نہیں ہے"

بندہ اپنے پروردگار کو اس کے احسان و فضل کی بنا پر ہی یاد کرتا ہے (پہلے خداوند عالم کا فضل و کرم ہوتا ہے پھر بندہ خدا کو یاد کرتا ہے)، بندے کے لئے اللہ تک پہنچنے کے لئے اس کے فضل اور رحمت کا ہی وسیلہ ہے، جب بندہ اپنے پروردگار کو یاد کرتا ہے تو اس کے فضل سے ہی یاد کرتا ہے، جب دعا کرتا ہے تو یہ اس کی دی ہوئی توفیق ہی سے دعا کرتا ہے اور جب اس کا شکر ادا کرتا ہے تو یہ اسی کی دی ہوئی رحمت کی وجہ سے ہی اس کا شکر ادا کرتا ہے۔ حضرت امام حسین علیہ السلام دعائے عرفہ میں فرماتے ہیں:

"لَمْ یَمْنَعْكَ جَهْلِیْ وَجُرْاَتِیْ عَلَیْكَ اَنْ دَلَلْتَنِیْ اِلٰی مَایُقَرِّبُنِیْ اِلَیْكَ وَوَفَّقْتَنِیْ لِمَایُزْلِفُنِیْ لَدَیْكَ"

"تو میری جہالت اور میری جرأت نے تجھ کو میری رہنمائی کرنے سے نہیں روکا، اس چیز کی طرف جو مجھ کو تجھ سے قریب کر دے اور تو نے مجھ کو توفیق دی اس امر کی جانب کہ جو مجھ کو تجھ سے قرب عطا کرے"

دعا کے لئے سب سے نازک چیز دعا کی توفیق ہونا ہے، بندہ کو خداوند عالم سے یہ دعا کرنا چاہئے کہ خداوند عالم اس کو دعا کرنے کی توفیق عطا کرے۔ صحیفۂ سجادیہ کی دعاؤں میں حضرت امام زین العابدین علیہ السلام فرماتے ہیں:

"وَاَعْمُرْ لَیْلِیْ بِاَیْقَاظِیْ فِیْهِ لِعِبَادَتِكَ، وَاِنْزَالِ حَوَائِجِیْ بِكَ" [1]

"اور میری راتوں کو عبادت کے لئے شب بیداری اور تنہائی میں تہجد اور سب سے الگ ہو کر تجھ سے لو لگانے اور اپنی حاجتوں کو تیرے سامنے پیش کرنے کے لئے آباد رکھنا" حضرت امام جعفر صادق، اللہ سے دعا کی توفیق طلب کرتے ہوئے عرض کرتے ہیں:

"فَاَعِنِّیْ عَلٰی طَاعَتِكَ وَوَفِّقْنِیْ لِمَا اَوْجَبْتَ عَلَیَّ مِنْ كُلِّ مَایُرْضِیْكَ فَاِنِّیْ لَمْ اَرَاَحَداً بَلَغَ شَیْئاً مِنْ طَاعَتِكَ اِلَّابِنِعْمَتِكَ عَلَیْهِ قَبْلَ طَاعَتِهِ، فَاَنْعِمْ عَلَیَّ بِنِعْمَةٍ اَنَالُ بِهَا رِضْوَانَكَ" [2]

"پس اپنی اطاعت پر میری مدد کر اور مجھے اپنی ادائیگی کی توفیق دے اس طرح کہ تو مجھ سے راضی ہو جائے میں نے کسی کو نہیں دیکھا جو تیری اطاعت تک پہونچا ہو مگر اطاعت سے پہلے تیری ہی نعمت توفیق کے ذریعہ لہٰذا مجھ پر نعمت نازل کر جن کے ذریعہ میں تیری خوشنودی حاصل کر سکوں"

حضرت امام علی بن الحسین علیہ السلام فرماتے ہیں:

"اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنِی اَصُوْلَ بِكَ عِنْدَ الضَّرُوْرَةِ وَاَسْاَلُكَ عِنْدَ الْحَاجَةِ وَاَتَضَرَّعُ اِلَیْكَ عِنْدَ الْمَسْكَنَةِ وَلَاتَفْتِنِّیْ بِالْاِسْتِعَانَةِ بِغَیْرِكَ اِذَا اضْطُرِرْتُ" [3]

"پروردگار! مجھے ایسا بنا دے کہ ضرورت کے وقت تیرے ذریعہ حملہ کروں اور حاجت کے موقع پر تجھ سے سوال کروں، مسکینی میں

[1] صحیفۂ سجادیہ دعا ۴۷۔
[2] بحار الانوار جلد ۹۳ صفحہ ۳۲۰۔
[3] صحیفۂ سجادیہ دعا ۲۰۔

تیری بارگاہ میں گڑگڑاؤں اور مجھے ایسی آزمائش میں نہ ڈال دینا کہ مجبوری میں تیرے غیر سے مدد مانگنے لگوں“

قبولیت دعا کی دو جزائیں

بندہ کی دعا قبول ہونے کی اہمیت خداوند عالم کے یہاں دو جہتوں سے ہے ایک جہت سے نہیں ہے اوران میں سے ایک جہت دوسری جہت سے زیادہ عظیم ہے۔

کم اہمیت کا مطلب یہ ہے کہ انسان سوال کے ذریعہ اس مطلب کا اظہار کرے جس کے ذریعہ انسان اللہ سے صرف دنیا یاصرف آخرت یاان دونوں کوایک ساتھ طلب کرتا ہے۔

بیش قیمت ہونے کا مطلب یہ ہے کہ خداوند عالم بنفس نفیس بندہ کی دعا کا جواب دے تواس کا مطلب خداوند عالم کا اپنے بندہ کی دعا قبول کرنا ہی ہے کیونکہ جتنی مرتبہ بھی خداوند عالم قبول کرے گا اتنی ہی مرتبہ گویا بندہ کی طرف توجہ کرے گا۔

دنیا کی ہر چیز کی قیمت اور حد ہوتی ہے لیکن خداوند قدوس کا اپنے بندہ کی طرف متوجہ ہونے کے لئے نہ کوئی حساب ہے اور نہ کوئی حد ہے۔

لیکن جب بندہ پر خدا کی خاص عنایت ہوتی ہے تو اس وقت بندہ کی سعادت کی کوئی حد نہیں ہوتی اور اس سعادت سے بلند کوئی اور سعادت نہیں ہوتی جس کو اللہ اپنے بندوں میں سے بعض بندوں سے مخصوص کر دیتا ہے اور اسکی دعا قبول کر کے یہ نشاندہی کراتا ہے کہ جس چیز کا بندہ نے خدا سے سوال کیا ہے وہ کتنی قیمتی اور اہم ہے۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے:

”لقد دعوت الله مرة فأستجاب، ونسيت الحاجة، لأنّ استجابته بإقباله علىٰ عبده عند دعوته اعظم واجل مما يريد منه العبد، ولوكانت الجنة ونعيمها الأبد ولكن لايعقل ذلك الّا العالمون، المحبون، العابدون، العارفون، صفوة الله وخاصته“ [1]

”میں نے ایک مرتبہ خداوند عالم سے دعا کی اوراس نے قبول کر لی تو میں اپنی حاجت ہی کو بھول گیا اس لئے کہ اس کا دعا کی قبولیت کے ذریعہ بندہ کی طرف توجہ کرنا بندہ کی حاجت کے مقابلہ میں بہت عظیم ہے چاہے وہ صاحب حاجت اوراس کی ابدی نعمتوں سے متعلق ہی کیوں نہ ہو لیکن اس بات کو صرف خداوند عالم کے علماء، محبین، عابدین، عرفاء اوراس کے مخصوص بندے ہی سمجھ سکتے ہیں“

پس دعا اور استجابت دونوں اللہ اور بندہ کے مابین ایک تعلق ولگاؤ ہے یعنی سب سے افضل واشرف تعلق ہے۔ اللہ اوراسکے بندوں کے درمیان اس سے افضل کونسا تعلق ولگاؤ ہوسکتا ہے کہ بندہ اپنے پروردگار کے حضور میں اپنی حاجت پیش کرے اللہ اس کو قبول کرے اور اس سے مخصوص قرار دے۔

---

[1] مصباح الشریعۃ صفحہ ۱۴۔۱۵؛ بحار الانوار جلد ۹۳ صفحہ ۳۲۳۔

اس تعلق کی لذت اور نشو و نما اور بندہ پر خداوند عالم کی توفیق و عنایات میں اسی وقت مزہ ہے جب انسان اپنی مناجات، ذکر اور دعا کو خدا سے مخصوص کر دے

ہم (مولف) کہتے ہیں اللہ سے اس تعلق ولگاؤ کی لذت یہ بندہ پر اللہ کی عنایت ہے کہ بندہ اس طرح خداوند عالم کی یاد میں غرق ہو جاتا ہے کہ انسان خدا کی بارگاہ میں اپنی حاجتیں پیش کرنے میں مشغول ہو جاتا ہے اور کون لذت اس لذت کے مقابل ہو سکتی ہے؟ اور کونسی دولت خداوند عالم کے حضور میں پیش ہونے، اس سے ملاقات، مناجات اور اسکا تذکرہ کرنے اور اسکے جلال و جمال میں منہمک ہونے کے مانند ہو سکتی ہے اور دعا کرنے کے لئے اللہ کے سامنے کھڑے ہونا یہ خدا کے سامنے حاضر ہونے اس سے ملاقات، مناجات اور اسکو یاد کرنے کا ایک طریقہ ہے۔

ایک عارف کا کہنا ہے: اللہ کے حضور میں اللہ کے علاوہ کسی اور سے کوئی سوال کرنا اللہ کے نزدیک بہت برا ہے اور خدا کے علاوہ اس کے جلال اور جمال میں منہمک ہوجانا ہے۔

رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سے مروی ہے کہ حدیث قدسی میں آیا ہے:

"من شغله ذکری عن مسألتی اعطیته افضل ما اعطی السائلین"[1]

جو شخص مجھ سے کوئی سوال کرے گا تو میں اس کو سوال سے زیادہ عطا کرونگا" حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے:

"وانّ العبد لتکون له الحاجة الی الله فیبدأ بالثناء علی الله والصلاة علی محمد وآله حتّی ینسیٰ حاجته فیقضیها من غیر ان یسأله ایاها"[2]

"اگر بندہ، خدا سے کوئی حاجت رکھتا ہو اور وہ خداوند عالم سے اپنی حاجت کی ابتداء اس کی حمد و ثنا اور محمد و آل محمد پر صلوات بھیج کر کرے اور اسی دوران وہ اپنی حاجت بھول جائے تو اس سے پہلے کہ وہ خداوند عالم سے حاجت کا سوال کرے وہ اس کی حاجت پوری کر دے گا"

مناجات محبین میں حضرت امام زین العابدین علیہ السلام سے مروی ہے:

"...اِجْعَلْنَا مِمَّنْ هَیَّمْتَ قَلْبَهُ لِاِرَادَتِكَ وَاجْتَبَیْتَهُ لِمُشَاهَدَتِكَ، وَاَخْلَیْتَ وَجْهَهُ لَكَ وَفَرَّغْتَ فُؤَادَهُ لِحُبِّكَ وَرَغَّبْتَهُ فِیْمَا عِنْدَكَ... وَقَطَعْتَ عَنْهُ کُلَّ شَیْءٍ یَقْطَعُهُ عَنْكَ"[3]

"ہم کو ان میں سے قرار دے کہ جن کے دلوں کو اپنی چاہت کے لئے گرویدہ کر لیا ہے اور اپنے مشاہدے کے لئے انھیں چن لیا ہے اپنی طرف توجہ کی یکسوئی عنایت کی ہے اور اپنی محبت کے لئے ان کے دلوں کو خالی کر لیا ہے اور اپنے ثواب کے لئے راغب بنایا

---

[1] بحار الانوار جلد ۹۳ صفحہ ۳۲۳۔

[2] بحار الانوار جلد ۹۳ صفحہ ۳۱۲۔

[3] مناجات محبین۔

ہے۔۔۔اور ہراس چیز سے الگ کردیا ہے جو بندہ کو تجھ سے الگ کر سکے"

مناجات محبین

دعااور استجابت دعا کا رابطہ

خداوند عالم ارشادفرماتا ہے:

"وَقَالَ رَبُّكُمُ ادْعُونِيٓ اَسْتَجِبْ لَكُمْ ؕ اِنَّ الَّذِيْنَ يَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِيْ سَيَدْخُلُوْنَ جَهَنَّمَ دٰخِرِيْنَ"[1]

"اور تمہارے پروردگار کا ارشاد ہے کہ مجھ سے دعا کرو میں قبول کرونگا اور یقیناً جولوگ میری عبادت سے اکڑتے ہیں وہ عنقریب ذلت کے ساتھ جہنم میں داخل ہوں گے"

دعا قبول ہونے کے درمیان کیارابطہ ہے؟

استجابت کیسے تمام ہوتی ہے؟

ہم اس فصل میں ان ہی دوسوالات سے متعلق بحث کریں گے۔

بیشک خداوند عالم کی طرف سے دعااستجابت کے الٰہی سنتوں اورقوانین کے ذریعہ انجام پاتی ہے جیسا کہ تمام افعال میں خدا کا یہی طریقہ رائج ہے۔

منفعل ہونا خدا کی ذات میں نہیں ہے جیسا کہ ہم انسانوں کی فطرت ہے کہ کبھی ہم غصہ ہوتے ہیں،کبھی خوشحال ہوتے ہیں، کبھی غصہ ہوتے ہیں،کبھی خوش ہوتے ہیں،کبھی چُست رہتے ہیں اور کبھی ملول ورنجیدہ رہتے ہیں۔

اور خداوند عالم کے افعال ایک طرح کے قانون اور سنت ہیں ان میں خوشی یا غصہ کا کوئی دخل

نہیں ہوتا تمام سنتیں اورقوانین الٰہیہ اپنی جگہ پر ثابت ہیں۔ایسانہیں ہے کہ خداوند عالم خوش ہوگا تو دعا قبول کرے گا اور ناراض ہوگا تو دعا قبول نہیں کرے گا۔

یہ تمام الٰہی سنتیں افق غیب (مٹافیزیکی) میں اس طرح جاری ہوتی ہیں جس طرح فیزیکس، کیمیا، اور میکانیک میں بغیر کسی فرق کے جاری ہوتی ہیں۔

"وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللّٰهِ تَبْدِيْلًا"[2]

"تم خدا کی سنت میں ہرگز تبدیلی نہیں پاؤ گے"

---

[1] سورہ مومن آیت ۶۰۔

[2] سورہ احزاب (۶۲)۔

"وَلَنۡ تَجِدَ لِسُنَّتِ اللّٰهِ تَحۡوِيۡلًا"[1]

"ہر گز خدا کے طریقۂ کار میں کوئی تغیر نہیں ہوسکتا ہے"

دعا قبول ہونے میں اللہ کی سنت کیا ہے؟

دعا، رحمت کی کنجی ہے دعا اور استجابت کے درمیان رابطہ کے سلسلہ میں نصوص اسلامیہ میں دعا اجابت کی کلید کے عنوان سے تعبیر کی گئی ہے اور یہی کلمہ دعا اور استجابت کے درمیان رابطہ کی نوعیت کو معین و مشخص کرتا ہے۔

حضرت علی علیہ السلام سے مروی ہے:

"الدعاء مفتاح الرحمة"[2]

"دعا کلید رحمت ہے"

اور امام امیر المومنین علی بن ابی طالب علیہ السلام نے اپنے فرزند امام حسن علیہ السلام کو وصیت فرمائی:

"ثم جعل فی یدك مفاتیح خزائنه بما اذن فیه من مسألته فمتی شئت استفتحت بالدعاء ابواب خزائنه"[3]

"تمہارے ہاتھوں میں اپنے خزانوں کی کلید قرار دی پس جب تم چاہو تو اس دعا کے ذریعہ خزانوں کے دروازے کھول سکتے ہو"

دعا اور استجابت کے درمیان رابطہ کی واضح وروشن تعبیر "فمتی شئت استفتحت بالدعاء ابواب خزائنة" ہے۔

پس معلوم ہوا کہ جس کلید سے ہم اللہ کی رحمت کے خزانوں کو کھول سکتے ہیں وہ دعا ہے۔

اور اللہ کی رحمت کے خزانے کبھی ختم نہیں ہوتے لیکن ایسا بھی نہیں ہے کہ تمام لوگ اللہ کی رحمت کے خزانوں کے مالک بن جائیں اور ایسا بھی نہیں ہے کہ تمام لوگ آسانی سے اللہ کی رحمت کے خزانوں کو حاصل کر سکیں۔

امام جعفر صادق علیہ السلام سے خداوند عالم کے قول:

"مَا يَفۡتَحِ اللّٰهُ لِلنَّاسِ مِنۡ رَّحۡمَةٍ فَلَا مُمۡسِكَ لَهَا"[4]

"اللہ انسانوں کے لئے جو رحمت کا دروازہ کھول دے اس کا کوئی روکنے والا نہیں ہے" کے بارے میں روایت کی گئی ہے کہ آپ نے فرمایا: وہ دعا ہے۔[5]

---

[1] سورہ فاطر آیت ۴۳۔

[2] بحار جلد ۹۳ صفحہ ۳۰۰۔

[3] بحار الانوار جلد ۹۳ صفحہ ۲۹۹۔

[4] سورہ فاطر آیت ۱۔

[5] بحار الانوار جلد ۹۳ صفحہ ۲۹۹۔

بیشک دعا وہ کلید ہے جس کے ذریعہ خداوند عالم لوگوں کے لئے اپنی رحمت کے دروازوں کو کھول دیتا ہے اور اس کلید کو خداوند عالم نے اپنے بندوں کے ہاتھوں میں قرار دیا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مروی ہے کہ:

"من فتح له من الدعاء منكم فتحت له ابواب الاجابة" [۱]

"تم میں سے جس شخص کے لئے باب دعا کھل جائے تو اس کے لئے اجابت کے دروازے کھل جاتے ہیں"

الله تبارك وتعالیٰ جو دعا کے ذریعہ بندے کے لئے دروازے کھول دیتا ہے وہ اس کے لئے ابواب اجابت بھی کھول دیتا ہے۔

حضرت امیر المومنین علیہ السلام سے مروی ہے:

"من قرع باب الله سبحانه فتح له" [۲]

"جو اللہ کے دروازے کو کھٹکھٹا تا ہے تو اللہ اس کے لئے دروازہ کھول دیتا ہے"

اور امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے:

"اكثر من الدعاء، فانه مفتاح كل رحمة، ونجاح كل حاجة، ولاينال ماعند الله الابالدعاء، وليس باب يكثر قرعه الا يوشك انْ يُفتح لصاحبه" [۳]

"زیادہ دعا کرو اس لئے کہ دعا ہر رحمت کی کنجی ہے۔ ہر حاجت کی کامیابی ہے اور اللہ کے پاس جو کچھ ہے اس کو دعا کے علاوہ کسی اور چیز سے حاصل نہیں کیا جا سکتا اور ایسا کوئی دروازہ نہیں جس کو بہت زیادہ کھٹکھٹایا جائے اور وہ کھٹکھٹانے والے کے لئے نہ کھلے"

اور حضرت امیر المومنین علیہ السلام سے مروی ہے:

"الدعاء مفاتيح النجاح، ومقاليد الفلاح، وخير الدعاء ماصدر عن صدر نقي وقلب تقي" [۴]

"دعا کامیابی کی کلید اور رستگاری کے ہار ہیں اور سب سے اچھی دعا وہ ہوتی ہے جو پاک وصاف اور پرہیزگار دل سے کی جاتی ہے"

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مروی ہے کہ:

"الاادلّكم على سلاح ينجيكم من اعدائكم، ويدرّ ارزاقكم ؟ قالوا: بلیٰ، قال: تدعون ربّكم بالليل والنهار، فانّ سلاح المؤمن الدعاء" [۵]

---

[۱] کنز العمال حدیث نمبر ۳۱۵۱۔

[۲] غرر الحکم حدیث ۸۲۹۲۔

[۳] بحار الانوار جلد ۹۳ صفحہ ۲۹۵، وسائل الشیعہ جلد ۴ صفحہ ۱۰۸۶ حدیث ۸۶۱۶۔

[۴] وسائل الشیعہ جلد ۴ صفحہ ۱۰۹۴ حدیث ۸۶۵، اصول کافی جلد ۲ صفحہ ۵۱۷۔

[۵] وسائل الشیعہ جلد ۴ صفحہ ۱۰۹۵، حدیث ۸۶۵۸۔

"آگاہ ہوجاؤ کیا میں تمہاری اس اسلحہ کی طرف راہنمائی کروں جوتم کوتمہارے دشمنوں سے محفوظ رکھے اور تمہارا رزق چلتا رہے؟ توانھوں نے کہا: ہاں آپ نے فرمایا: خداوندعالم کورات دن پکارواس لئے کہ دعامومن کا اسلحہ ہے"

عمل اور دعا اللہ کی رحمت کی دو کنجیاں

اللہ نے ہمارے ہاتھوں میں کنجیاں قرار دی ہیں جن کے ذریعہ ہم اللہ کی رحمت کے خزانوں کے دروازے کھول سکتے ہیں اور ان کے ذریعہ ہم اللہ کا رزق اور اس کا فضل طلب کرسکتے ہیں اور وہ دونوں کنجیاں عمل اور دعا ہیں اور ان میں سے ایک دوسرے سے بے نیاز نہیں ہوسکتی۔

عمل، دعا سے بے نیاز نہیں ہے یعنی انسان کے لئے عمل کے بغیر دعا پر اکتفا کرلینا کافی نہیں ہے

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جناب ابوذر سے وصیت کرتے ہوئے فرمایا:

"یاأباذر مَثَلُ الذی یدعوبغیر عمل کمثل الذی یرمی بغیروتر" [1]

"اے ابوذر بغیر عمل کے دعا کرنے والا اسی طرح ہے جس طرح ایک انسان بغیر کمان کے تیر پھینکے"

امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے:

"ثلاثة ترودعلیهم دعوتهم: رجل جلس فی بیته وقال: یاربِّ ارزقنی، فیُقال له: ألم اجعل لك السبیل الیٰ طلب الرزق؟..." [2]

"تین آدمیوں کی دعائیں واپس پلٹادی جاتی ہیں: ان میں سے ایک وہ شخص ہے جو اپنے گھر میں بیٹھا رہے اور یہ کہے: اے پروردگار مجھے رزق عطا کر تو اس کو جواب دیا جاتا ہے: کیا میں نے تمہارے لئے طلب رزق کا راستہ مقرر نہیں کیا؟..."

اورانسان کے لئے دعا کے بغیر عمل پر اکتفا کرلینا بھی صحیح نہیں ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مروی ہے:

"إنّ للهعباداًیعملون فیعطیهم، وآخرین یسألونه صادقین فیعطیهم، ثم یجمعهم فی الجنة۔ فیقول الذین عملوا: ربّنا، عملنافأعطیتنا، فبمااعطیت هؤلاء؟ فیقول: هؤلاء عبادی، أعطیتكم اجوركم ولم ألتكم من أعمالكم شیئاً، وسألنی هؤلاء فأعطیتهم واغنیتهم، وهوفضلی اُوتیه مَنْ أشاء" [3]

"بیشک اللہ کے کچھ ایسے بندے ہیں جو عمل کرتے ہیں اور خدا انکو عطا کرتا ہے اور دوسرے بندے ہیں جو صدق دل سے

---

[1] وسائل الشیعہ ابواب دعا باب ۳۲ حدیث ۳۔
[2] کتاب الصلوٰۃ ابواب الدعا باب ۵۰ ح ۳۔
[3] وسائل الشیعہ جلد ۴ صفحہ ۱۰۸۴ حدیث ۸۶۰۹۔

سوال کرتے ہیں اور خداوند عالم ان کو بھی عطا کرتا ہے پھر جب ان کو جنت میں جمع کیا جائیگا تو عمل کرنے والے بندے کہیں گے: اے ہمارے پالنے والے ہم نے عمل کیا تو تو نے ہم کو عطا کیا لیکن ان کو کیوں عطا کیا گیا جواب ملے گا یہ میرے بندے ہیں میں نے تم کو تمہارا اجر دیا ہے اور تمہارے اعمال میں سے کچھ کم نہیں کیا ہے اور ان لوگوں نے مجھ سے سوال کیا میں نے ان کو دیا اور ان کو بے نیاز کردیا اور یہ میرا فضل ہے میں جس کو چاہتا ہوں عطا کرتا ہوں"

اگر انسان عمل کرنے سے عاجز ہو تو اللہ نے اس کی تلافی کے لئے دعا قرار دی تا کہ انسان اپنے نفس پر اعتماد کرے، جو کچھ حول وقوۂ الٰہی کے ذریعہ عطا کیا گیا ہے اور جو کچھ اس نے عمل کے ذریعہ قائم کیا ہے اس کے فریب میں نہ آئے۔

معلوم ہوا کہ عمل اور دعا دونوں سب سے عظیم دو کنجیاں ہیں جن دونوں کے ذریعہ انسان پر اللہ کی رحمت کے دروازے کھلتے ہیں۔

اب ہم عمل اور اس کے رحمت سے رابطہ کے مابین اور اس کے بالمقابل دعا اور اللہ کی رحمت کے خزانوں کے مابین رابطہ اور عمل سے دعا کے رابطہ کے بارے میں بحث کریں گے چونکہ یہ روابط ہی اسلام کے ابتدائی اور اصلی مسائل ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو "عمل اور دعا" دونوں چیزیں ایک ساتھ عطا کی ہیں۔ اسکا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو وہی سب کچھ عطا کیا" جو ان کے پاس ہے"۔" وہ سب کچھ نہیں جو ان کے پاس نہیں ہے" اور ان کے پاس ان کی کوششیں اور ان کے اعمال ہیں۔ وہ اپنی کوشش سے جو کچھ اللہ کے سامنے پیش کرتے ہیں اور اپنے نفوس اور اموال سے خرچ کرتے ہیں وہ عمل ہے، اور جو کچھ ان کے پاس نہیں ہے وہ ان کا فقر، اور اللہ کا محتاج ہونا ہے اور اللہ کے سامنے اپنے فقیر اور محتاج ہونے کا اقرار کرنا ہے۔

انسانی حیات میں یہ دونوں اللہ کی رحمت کو نازل کرنے کی کنجیاں ہیں، جسے وہ اپنی کوشش عمل، نفس اور مال کے ذریعہ اللہ سے حاصل کرتا ہے اور اللہ کے حضور میں اپنی حاجت، فقر اور مجبوری کو دکھلاتا ہے۔

دعا اور عمل کے درمیان رابطہ

ہمارا دعا کو اللہ کی سنتوں سے جدا سمجھنا صحیح نہیں ہے بیشک اللہ نے کائنات میں اپنے بندوں کے لئے ان کی حاجتوں کی خاطر سنتوں کو قرار دیا ہے۔ اور لوگوں کا اپنی تمام حاجتوں اور متعلقات میں ان سنتوں کو مہمل شمار کرنا حرمت نہیں ہے۔

دعا ان سنتوں کا بدل قرار نہیں دی جاسکتی یہ الٰہی سنتیں انسان کو دعا سے بے نیاز نہیں کرتی ہیں (یعنی ان سنتوں کو دعاؤں کا بدل قرار نہیں دیا جاسکتا ہے۔)

یہ نکتہ اسلامی ربانی ثقافت میں ایک بہت لطیف نکتہ ہے، لہٰذا فلاّح (کاشتکار) کے لئے زمین کھودنا اس میں پانی دینا، زمین کی فصل میں رکاوٹ بننے والی اضافی چیزوں کو دور کرنا، زراعت کی حفاظت کرنا اور مزرعہ سے نقصان دہ چیزوں کو دور کرنے کے لئے دعا کردینا ہی کافی نہیں ہے۔

بیشک ایسی دعا قبول نہیں ہوتی ہے اور ایسی دعائیں امام جعفر صادق علیہ السلام کے اس قول کا مصداق ہیں:

"الداعی بلاعمل کالرامی بلاوتر"

"عمل کے بغیر دعا کرنے والا بغیر کمان کے تیر پھینکنے والے کے مانند ہے۔

جس طرح بیمار اگر حکیم اور دوا کو بیکار سمجھنے لگے تو اس کی دعا قبول نہیں ہوتی ہے اور یہ دعا قبول ہی کیسے ہو جس میں انسان اللہ کی سنتوں سے منھ موڑ لے۔لہٰذا الٰہی سنتوں کے بغیر دعا قبول نہیں ہوسکتی ہے۔بیشک اپنے بندوں کی دعاؤں کو قبول کرنے والا فطری طور پر ان سنتوں کا خالق ہے وہ وہی خدا ہے جس نے اپنے بندوں کو ان سنتوں کو جاری کرنے کا حکم دیا ہے اور ان سے کہا ہے کہ تم اپنا رزق اور اپنی حاجتیں ان سنتوں کے ذریعہ حاصل کرو اور خداوند عالم فرماتا ہے:

"هُوَ الَّذِیْ جَعَلَ لَکُمُ الْاَرْضَ ذَلُوْلًا فَامْشُوْا فِیْ مَنَاکِبِهَا وَکُلُوْا مِنْ رِّزْقِهِ"[1]

"اسی نے تمہارے لئے زمین کو نرم بنادیا ہے کہ اس کے اطراف میں چلو اور رزق خدا تلاش کرو

اور خداوند عالم کا یہ فرمان ہے:

"فَانْتَشِرُوْا فِی الْاَرْضِ وَابْتَغُوْا مِنْ فَضْلِ اللهِ"[2]

"پس زمین میں منتشر ہو جاؤ اور فضل خدا کو تلاش کرو"

جس طرح دعا عمل کا قائم مقام نہیں ہوسکتی اسی طرح عمل دعا کا قائم مقام نہیں ہوسکتا بیشک اس کائنات کی کنجی اللہ کے پاس ہے،دعا کے ذریعہ اللہ اپنے بندوں کو وہ رزق عطا کرتا ہے جس کو وہ عمل کے ذریعہ حاصل نہیں کر سکتے اور دعا کے ذریعہ فطری اسباب سے اپنے بندوں کو وہ کامیابی عطا کرتا ہے جس پر وہ عمل کے ذریعہ قادر نہیں ہوسکتے ہیں۔

انسان کے لئے رزق کی خاطر فطری اسباب کے مہیا کرنے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ انسان فطری اسباب کے ذریعہ اللہ سے دعا،سوال اور مانگنے سے بے نیاز ہوجائے۔

بیشک اللہ تبارک وتعالیٰ باسط،قابض،معطی،نافع،ضار،محیی ومہلک،معزّ ومذل،رافع اور واضع (یعنی بلندی اور پستی عطا کرنے والا) ہے،دنیائے ہستی کی کنجیاں اسی کے ہاتھ میں ہیں کوئی چیز اس کے امر میں مانع نہیں ہوسکتی،اس دنیا کی کوئی بھی چیز اس کے امر وسلطنت سے باہر نہیں ہوسکتی اس دنیائے ہستی کی ہر طاقت وقوت،سلطنت،نفع پہنچانے والی اور نقصان دہ چیز اس کے امر،حکم اور سلطنت کے تابع ہے اور خدا کی سلطنت وارادہ کے علاوہ اس دنیا میں کسی چیز کا وجود مستقل نہیں ہے یہاں تک کہ انسان بھی اللہ سے دعا،طلب اور سوال کے ذریعہ معاملہ کرنے سے بے نیاز نہیں ہے۔

ہم اللہ کی تسبیح کرتے ہیں اور یہودیوں کے اس قول:"یَدُ اللهِ مَغْلُوْلَةٌ"[3]،"خدا کے ہاتھ بندھے ہوئے ہیں" سے اس کو

---

[1] سورۂ ملک آیت۔۱۵۔

[2] سورۂ جمعہ آیت۔۹۔

[3] سورۂ مائدہ آیت۔۶۴۔

منزہ قرار دیتے ہیں اور وہ کہتے ہیں جو قرآن کہتا ہے:

"بَلْ يَدٰهُ مَبْسُوْطَتٰنِ،"[1]

"بلکہ اس کے دونوں ہاتھ کھلے ہوئے ہیں"

ہم اپنے تمام معاملات خدا سے وابستہ قرار دیتے ہیں ہم خدا کے ساتھ معاملہ کرنے اور جن سنتوں کو اللہ نے بندوں کے لئے رزق کا وسیلہ قرار دیا ہے ان کے مابین جدائی کے قائل نہیں ہیں اور ہمارا یہ بھی عقیدہ ہے کہ یہ تمام طاقتیں اور روشیں خداوندعالم کے ارادہ مشیت اور سلطنت کے طول میں ہم کو فائدہ یا نقصان پہنچاتی ہیں یہ خداوندعالم کے ارادہ اور سلطان کے عرض میں نہیں ہیں اور نہ ارادہ و سلطان سے جدا ہیں۔

ہم اپنے چھوٹے بڑے تمام امور میں اللہ کی رحمت، فضل اور حکمت سے یہی لولگاتے ہیں اور ہم اپنی زندگی میں اللہ کے ارادے اسکی توفیق اور اسکے فضل سے ہی لولگاتے ہیں ہم اپنی زندگی کے ہر لحہ میں اللہ کے محتاج ہیں اور پوری زندگی میں اسکے فضل و رحمت، حمایت، توفیق اور ہدایت کے محتاج ہیں اور ہم دعا کرتے ہیں کہ وہ ہمارے امور کا استحکام ان کی، تائید، ہدایت، توفیق کا سرپرست ہے۔ہم خداوندعالم کی ذات کریمہ سے اس بات کی پناہ چاہتے ہیں کہ وہ ایک لحہ کیلئے بھی ہم کو ہمارے حال پر چھوڑ دے خدا سے ہم یہ چاہتے ہیں کہ وہ خود ہی ہماری حاجتیں پوری کرے اور ہم کو کسی غیر کا محتاج نہ بنائے۔

اس دعا کا یہ مطلب نہیں ہے کہ انسان اپنی حاجتوں کو لوگوں سے مخفی رکھے جبکہ اس کائنات میں فطری اسباب موجود ہیں بشرطیکہ انسان خداوندعالم سے دعا کرے بلکہ اس دعا کا مطلب یہ ہے کہ انسان خداوندعالم سے یہ دعا کرے کہ خداوندعالم غیر سے اس کی حاجت کو، اپنی حاجت کے طول میں قرار دے۔غیر پر اس کے اعتماد کو اپنے اعتماد کے طول میں قرار دے غیر سے معاملہ کرنے کو خود سے معاملہ کرنے کے طول میں قرار نہ دے اور نہ جدا قرار دے چنانچہ یہ کائنات تمام کی تمام ایسے اسباب پر مشتمل ہے جو خداوندعالم کے تابع ہیں اور خداوندعالم نے ان کو مخلوق کا تابع قرار دیا ہے۔

ان اسباب کے ساتھ معاملہ کرنا ان کو اخذ کرنا، ان پر اعتماد کرنا خداوندعالم کے ساتھ معاملہ کرنے، خدا سے اخذ کرنے، خدا پر اعتماد کرنے کے طول میں ہے نیز اس توحید کا جزء ہے جس کی طرف قرآن دعوت دیتا ہے وہ نہ خدا کے ساتھ ہے اور نہ خداوندعالم سے جدا ہے۔

اس روش کی بناء پر ہم کہتے ہیں کہ انسان کا فریضہ ہے کہ ہر چیز میں خداوندعالم کو پکارے، ہر چیز کو خداوندعالم سے طلب کرے چاہے چھوٹی ہو یا بڑی، روٹی (کھانا)، آٹے کے نمک اور جانوروں کی گھاس سے لے کر جنگ کے میدانوں میں دشمنوں پر کامیابی تک ہر چیز خداوندعالم سے مانگے۔اپنی حاجتوں اور دعاؤں میں سے کسی چیز میں غیر خدا کا سہارا نہ لے اور اس بات سے خداوند عالم کی پناہ مانگے کہ وہ اس کو کسی چھوٹی یا بڑی چیز میں اس کے حال پر چھوڑ دے۔

---

[1] سورۂ مائدہ آیت۔۶۴۔

فعلی طور پر ہمارا یہ عقیدہ ہے کہ ہم اس عام فضاء میں ہر چیز کے سلسلہ میں اللہ سے لولگائیں، ہر چیز اللہ سے طلب کریں۔۔۔ یہ بات اس چیز سے کوئی منافات نہیں رکھتی کہ انسان جس کو اللہ نے پیدا کیا اور اس دنیا میں کچھ چیزیں اسکے لئے مسخر کردی ہیں اور وہ اس سے مدد طلب کرتا ہے۔ مریض ہونے کی حالت میں اللہ سے شفا مانگتا ہے پھر ان اسباب شفاء اور علاج کو علم طب اور دوا میں ڈھونڈھتا جو اس نے اِن میں قرار دئے ہیں۔

بلکہ ہم تو یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ اگر انسان تمام چیزوں کو چھوڑ کر اور اس دنیا میں اللہ کی سنتوں کو بروئے کار نہ لاکر اللہ سے دعا کرتا ہے تو اسکی دعا قبول نہیں ہوتی اور وہ اس تیر چلانے والے کے مانند ہے جو بغیر کمان کے تیر پھینکتا ہے۔

یہ دقیق، پاک وصاف اسلامی ثقافت ہم کو اللہ سے رابطہ رکھنے اور اس کائنات میں اللہ کی سنتوں کے ساتھ ہماہنگی رکھنے کی دعوت دیتی ہے۔

ہم اس بات سے یہ نتیجہ اخذ کرتے ہیں کہ ائمہ علیہم السلام سے وارد ہونے والی دعائیں اللہ سے طلب کرنے کا ذخیرہ ہیں اور بندہ خدا کے علاوہ کسی اور سے کوئی حاجت نہ رکھے، اپنے نفس پر اعتماد نہ کرے، اپنی رسی کو اللہ کی ریسمان سے ملا دے اور ہر اس چیز سے منقطع ہوجائے جو اس کو خدا سے منقطع کردیتی ہے۔

امام زین العابدین علیہ السلام دعا میں فرماتے ہیں:

"وَلَا تَكِلْنِي إِلَىٰ خَلْقِكَ بَلْ تَفَرَّدْ بِحَاجَتِي، وَتَوَلَّ كِفَايَتِي، وَانْظُرْ إِلَيَّ، وَانْظُرْ لِي فِي جَمِيعِ أُمُورِي." [1]

"اور مجھے اپنی مخلوقات کے حوالہ نہ کردینا تو تن تنہا میری حاجت روا کرنا، اور میرے لئے کافی ہوجانا، اور میری طرف نگاہ رکھنا، اور میرے تمام امور پر اپنی نظریں رکھنا"

حضرت امام حسین علیہ السلام دعائے عرفہ میں فرماتے ہیں:

"اللَّهُمَّ مَا أَخَافُ فَاكْفِنِي وَمَا أَحْذَرُ فَقِنِي، وَفِي نَفْسِي وَدِينِي فَاحْرُسْنِي، وَفِي سَفَرِي فَاحْفَظْنِي، وَفِي أَهْلِي وَمَالِي فَاخْلُفْنِي، وَفِيمَا رَزَقْتَنِي فَبَارِكْ لِي وَفِي نَفْسِي فَذَلِّلْنِي، وَفِي أَعْيُنِ النَّاسِ فَعَظِّمْنِي وَمِنْ شَرِّ الْجِنِّ وَالْإِنْسِ فَسَلِّمْنِي، وَبِذُنُوبِي فَلَا تَفْضَحْنِي، وَبِسَرِيرَتِي فَلَا تُخْزِنِي، وَبِعَمَلِي فَلَا تَبْتَلِنِي، وَنِعَمَكَ فَلَا تَسْلُبْنِي وَإِلَىٰ غَيْرِكَ فَلَا تَكِلْنِي." [2]

"خدایا جس چیز کا مجھے خوف ہے اس کے لئے کفایت فرما اور جس چیز سے پرہیز کرتا ہوں اس سے بچالے اور میرے نفس اور میرے دین میں میری حراست فرما اور میرے سفر میں میری حفاظت فرما اور میرے اہل اور مال کی کمی پوری فرما اور جو رزق مجھ کو دیا ہے اس میں برکت عطا فرما مجھے خود میرے نزدیک ذلیل بنادے اور مجھ کو لوگوں کی نگاہ میں صاحب عزت قرار دے اور جن وانس کے

[1] صحیفہ کاملہ سجادیہ دعا نمبر ۲۲۔

[2] دعا عرفہ امام حسین علیہ السلام

شر سے محفوظ رکھنا اور گنا ہوں کی وجہ سے مجھے رسوا نہ کرنا میرے اسرار کو بے نقاب نہ فرمانا اور میرے اعمال میں مجھے مبتلا نہ کرنا اور جو نعمتیں دیدی ہیں انھیں واپس نہ لینا اور مجھ کو اپنے علاوہ کسی اور کے حوالہ نہ کرنا"

اب ہم دعا اور دعا قبول ہونے کے درمیان رابطہ کو بیان کرتے ہیں۔

دعااور استجابت دعا کے درمیان رابطہ

حاجت اور فقر کی طرف متوجہ ہونا ایک راز ہے جسکے ذریعہ ہم دعا اور استجابت دعا کے درمیان رابطہ کو کشف کرتے ہیں، اور یہ سمجھتے ہیں کہ دعا رحمت کی کنجی کیسے ہے اور دعا سے اللہ کی رحمت کیسے نازل ہوتی ہے۔

بیشک ہر دعا فقر کی طرف متوجہ ہونے کے درجہ کو مجسم کردیتی ہے اور اللہ کی طرف حاجت کے مرتبہ کو معین و مشخص کرتی ہے۔

انسان جتنا زیادہ اللہ کی بارگاہ میں اپنی حاجت پیش کرے گا اتنی ہی اس کی دعا قبولیت سے زیادہ قریب ہوگی اور اللہ کی رحمت انسان سے بہت زیادہ

قریب ہوجائیگی۔ اللہ اپنی رحمت کے نازل کرنے میں کوئی بخل نہیں کرتا بلکہ اللہ کی رحمت بندوں کی سرشت وطینت کے اعتبار سے مختلف طریقوں سے نازل ہوتی ہے۔

یہ تعجب خیز بات ہے کہ حاجت اور فقر، اور حاجت اور فقر کی طرف متوجہ ہونا یہ انسان کا ظرف ہے جسکے ذریعہ وہ اللہ کی رحمت کو حاصل کرتا ہے۔

اور جتنا زیادہ انسان اپنے فقر کی طرف متوجہ اور اللہ کی بارگاہ میں دادوفریاد کرے گا اتنا ہی زیادہ اس کا ظرف اللہ کی رحمت حاصل کرنے کے لئے وسیع ہوجائیگا۔

اللہ تعالیٰ انسان کو اس کی ضرورت کے مطابق عطا کرتا ہے اور ہر انسان اپنے ظرف کے مطابق ہی اللہ کی رحمت کو پاتا ہے اور جس کا ظرف زیادہ وسیع ہوگا اللہ کی رحمت کا حصہ بھی اس کے لئے اتنا ہی زیادہ ہوگا اب ہم دعا کو مختصر تین کلموں میں بیان کرتے ہیں:

۱۔ فقر کی ضرورت۔

۲۔ فقر سے آ گاہی۔

۳۔ حاجت طلب کرنا، اس کو وسیع کرنا اور اللہ کے حضور میں پیش کرنا۔

تیسرا کلمہ دوسرے کلمہ سے جدا ہے اور دوسرا کلمہ پہلے کلمہ سے جدا۔

بیشک ضرورت اور ہے اور ضرورت سے باخبر ہونا اور ہے۔ کبھی انسان ہر چیز کا اللہ سے اظہار نہیں کرتا۔

اور کبھی انسان ضرورت سے متعلق اللہ کا محتاج ہوتا ہے لیکن وہ اپنی ضرورت کو اللہ کی بارگاہ میں پیش کرنا اچھا نہیں سمجھتا اور اللہ سے مانگنے، سوال کرنے اور دعا کرنے کو اچھا نہیں سمجھتا ہے۔

لیکن جب تک یہ تینوں کلمے ایک ساتھ جمع نہیں ہوں گے اس وقت تک دعا متحقق نہیں ہوسکتی۔ یہاں پر ضرورت، فلسفی اعتبار

سے ہے صرف حادث ہونے کے اعتبار سے ضرورت نہیں ہے جیسے ایک عمارت کی تعمیر کے لئے انجینئر اور معماروں کی ضرورت ہوتی ہے عمارت حادث اور باقی رہنے کی محتاج ہے جس طرح جب تک بجلی کا سوئچ آن رہیگا اس وقت تک بلب روشن رہے گا اور جیسے ہی سوئچ آف ہوگا ویسے ہی بلب کی روشنی بھی ختم ہو جائیگی۔

حدوث اور بقاء کے اعتبار سے انسان بھی اسی طرح اللہ کا محتاج ہے، انسان کا وجود، اسکا چلنا پھرنا اور اسکی زندگی سب اللہ سے مربوط ہیں ہر صورت میں ہر حال میں وہ اللہ کا محتاج ہے۔

خداوند عالم فرماتا ہے:

"یَآأَیُّهَا النَّاسُ اَنْتُمُ الْفُقَرَآءُ اِلَی اللهِ ۚ وَاللهُ هُوَ الْغَنِیُّ الْحَمِیْدُ" [1]

"انسانو تم سب اللہ کی بارگاہ کے فقیر ہو اور اللہ صاحب دولت اور قابل حمد وثنا ہے" ضرورت اور فقر دونوں ہی سے انسان پر اسکے ظرف کے اعتبار سے رحمت نازل ہوتی ہے۔ خواہ انسان ان دونوں کو اللہ کے حضور میں پیش کرے یا پیش نہ کرے لیکن ضرورت و فقر کا اللہ کی بارگاہ میں پیش کرنا اور اس سے کھل کر مانگنا اللہ کی رحمت کو جذب کرنے کے لئے زیادہ قوی ہے۔ اب ہم فقر اور فقر کے اللہ کی رحمت سے رابطہ، فقر سے آگاہی اور اسکو اللہ کی بارگاہ میں پیش کرنے سے پہلے اور اس سے آگاہی اور اللہ کی بارگاہ میں پیش کرنے کے بعد کے متعلق گفتگو کرتے ہیں:

حاجت سے باخبر ہونے سے پہلے اور اللہ کی بارگاہ میں پیش کرنے سے پہلے حاجت:

اللہ کی بارگاہ میں حاجت پیش کرنا حاجت کی ضرورت کے مطابق رحمت نازل کرتا ہے یہاں تک کہ اگر چہ حاجت سے باخبر ہونے اور اللہ کی بارگاہ میں پیش کرنے سے پہلے ہی کیوں نہ ہو اسکی مثال اس سوکھی زمین کے مانند ہے جو پانی کو جذب کر لیتی ہے اور چوس لیتی ہے۔

جس طرح اللہ سے غرور وتکبر کرنا اس سخت زمین کے مانند ہے جس پر پانی ڈالا جائے تو وہ اس کو اپنے سے دور کر دیتی ہے۔ یعنی اپنے اندر جذب نہیں کرتی ہے۔ اسی طرح اللہ کی عبادت اور دعا نہ کرنے والوں پر اللہ کی رحمت نازل نہیں ہوتی اور ان کو کچھ نہیں ملتا ہے۔

بیشک فقر اور رحمت کے درمیان تکوینی تعلق ہے ان دونوں میں سے ہر ایک کو ایک دوسرے کی ضرورت ہے، اللہ سے فقر انسان کو اسکی رحمت سے قریب کرتا ہے اور اللہ کی رحمت ضرورت اور فقر کے مقامات کو تلاش کرتی ہے جس طرح بچہ کی کمزوری اور اسکی ضرورت کے درمیان مہربان ماں اور اسکی عطوفت کا رابطہ ہے ان میں سے ہر ایک، ایک دوسرے کو چاہتا ہے بچہ کی کمزوری، مہربان ماں کو تلاش کرتی ہے اور مہربان ماں اور اسکی رحمت وعطوفت دونوں بچہ کی کمزوریوں کو تلاش کرتی ہیں۔

بلکہ ممکنات کے دائرہ حدود میں ان دونوں میں سے ہر ایک کو ایک دوسرے کی ضرورت ہے بچہ کی کمزوری کی رعایت کرنے میں ماں کی ضرورت بچہ کو مہربان ماں کی ضرورت سے کم نہیں ہے۔

---

[1] سورۂ فاطر آیت/ ۱۵۔

اسی طرح عالم تعلیم دینے کی خاطر جاہل کوڈھونڈھتا ہے جس طرح جاہل کچھ سیکھنے کی خاطر عالم کی تلاش میں رہتا ہے۔عالم کی جاہل کوتعلیم دینے کی ضرورت جاہل کی عالم سے تعلیم حاصل کرنے کی ضرورت سے کم نہیں ہے۔

حکیم مریضوں کا علاج کرنا چاہتا ہے اور مریضوں کا علاج کرنے کی خاطر وہ اپنی ڈگری کا اعلان کرتا ہے جس طرح مریض حکیم کی تلاش میں رہتا ہے حکیم کو مریض کی ضرورت مریض کو حکیم کی ضرورت سے کم نہیں ہے۔

طاقتور، کمزور کی مدد کرنے کی تلاش میں رہتا ہے جس طرح کمزور اس تلاش میں رہتا ہے کہ طاقتور میری مدد کرے، بیشک طاقتور کی کمزور کی مدد کرنے کی ضرورت، کمزور کی طاقتور سے اپنی حمایت و مدد کی ضرورت سے کم نہیں ہے۔بیشک تمام چیزوں میں یہ اللہ کی سنت ہے۔

یہی حال اللہ کی رحمت اور بندوں کی ضرورت کا ہے جس طرح ضرورت وحاجت رحمت طلب کرتی ہے اسی طرح رحمت، فقر اورضرورت کی تلاش میں رہتی ہے اور خداوندسبحان حاجت وضرورت سے منزہ ہے اور وہ محتاج نہیں ہے لیکن اللہ کی رحمت حاجت وضرورت کے مقامات کی تلاش میں رہتی ہے۔

بخل سے کام لینا اللہ کے شایان شان نہیں ہے اور اس کی رحمت کے مرتبوں میں اختلاف بندے کی ضرورت وحاجت کے اختلاف کی وجہ سے ہے۔

زمین سے اگنے والے دانہ کوگرمی، روشنی، پانی اور ہوا کی ضرورت ہے تو اللہ نے اسکے لئے حرارت، نور، پانی اور ہوا کی مقدار معین فرمائی لیکن تکوین کی زبان میں اس حاجت وضرورت کوطلب اورسوال کہا جاتا ہے۔

خداوندعالم فرماتا ہے:

"يَسْئَلُهُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ كُلَّ يَوْمٍ هُوَ فِيْ شَاْنٍ"[1]

"آسمان وزمین میں جو کچھ بھی ہے سب اسی سے سوال کرتے ہیں اور وہ ہر روز ایک نئی شان والا ہے"

بیشک جب شیرخوار بچہ کوسخت پیاس لگتی ہے اور وہ بذات خود کسی چیز کے ذریعہ اسکا اظہار کرنے کی صلاحیت نہیں رکھتا تو خداوندعالم نے اسکو رونے اور چیخنے کی تعلیم دی اور اسکے ماں باپ کے دل کو اس کے لئے مہربان کردیا تاکہ وہ اس کی دیکھ بھال کریں اور اس کوسیراب کریں۔

شیرخوار بچہ کی بھوک و پیاس اللہ کی رحمت اور اسکی مہربانی کو بغیر کسی طلب و دعا کے نازل کرتی ہیں۔مریض جب اپنے دردوالم کا احساس کرتا ہے تو اسکے ذریعہ بھی اللہ کی رحمت نازل ہوتی ہے۔

جب ہم اللہ کی معصیت ونافرمانی کرتے ہیں اور گناہوں کے مرتکب ہوتے ہیں تو ہم اللہ سے اپنے گناہوں اور نافرمانیوں کی بخشش ومغفرت اپنے سوال اوردعا کے ذریعہ چاہتے ہیں اور کبھی کبھی بغیر سوال اور دعا کے بھی مغفرت حاصل ہوجاتی ہے، جب بندہ

[1] سورۂ رحمن آیت۔۲۹۔

اپنے مولا کی سرکشی نہ کرے، قسی القلب نہ ہو اور رحمت خدا سے دور نہ کیا گیا ہو خداوندعالم ارشاد فرماتا ہے:

"قُلْ يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِيْعًا ۭ اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ"[1]

"پیغمبرآپ پیغام پہنچادیجئے کہ اے میرے بندو جنھوں نے اپنے نفس پر زیادتی کی ہے رحمت خدا سے مایوس نہ ہونا اللہ تمام گناہوں کا معاف کرنے والا ہے اور وہ یقیناً بہت زیادہ بخشنے والا اور مہربان ہے"

کتنے ایسے بھوکے فقیر ہیں جن کو خداوندعالم بغیر سوال اور دعا کے رزق عطا کرتا ہے۔

کتنے ایسے مجبور و ناچار ہیں جو سمندر کی لہروں میں آجاتے ہیں یا غرق ہونے والے ہوتے ہیں یا تلوار کی دھار کے نیچے آجاتے ہیں یا آگ کے اندر گھر جاتے ہیں اور بغیر سوال و دعا کے خدا ان کو بچا لیتا ہے اور ان پر اپنی رحمت نازل کرتا ہے۔

کتنے ایسے پیاسے ہیں جو اپنی جان دینے کے قریب ہوتے ہیں لیکن اللہ کی رحمت بغیر کسی سوال وطلب کے ان کو موت سے نجات دیتی ہے۔

کتنے ایسے انسان ہیں جن کو خطروں کا سامنا کرنا پڑا اور وہ خطروں سے دو کمان کے فاصلہ پر تھے جبکہ ان کو کبھی معلوم تھا اور کبھی نہیں معلوم تھا اس وقت خداوندعالم کی پردہ پوشی نے آکر ان کو نجات دی۔

کتنے ایسے انسان ہیں جن پر زندگی کے راستے بند ہو جاتے ہیں لیکن خداوندعالم ان کے لئے ہزار راستے کھول دیتا ہے اور یہ سب کچھ بغیر کسی سوال و دعا اور طلب کے ہوتا ہے۔

کتنے ایسے شیر خوار بچے ہیں جن کے شامل حال خداوندعالم کی رحمت ہوتی ہے جبکہ وہ اللہ سے نہ کوئی سوال کرتے ہیں اور نہ دعا کرتے ہی[2]ں۔

دعاء افتتاح میں وارد ہوا ہے:

"فكم يا الهى من كربة قد فرّجتها، وهموم قد كشفتها، وعثرة قد اقلتها، ورحمة قد نشرتها وحلقة بلاء قد فككتها"

---

[1] سورۂ زمر آیت ۵۳

[2] اس کا مطلب یہ نہیں کہ لوگ زلزلہ میں عمارتوں کے نیچے نہیں مرتے یا آگ لگنے کی صورت میں نہیں جلتے، سمندروں کی گہرائیوں میں نہیں مرتے، کوئی انسان بیماری اور درد سے نہیں مرتا، کوئی شیر خوار بچہ نہیں مرتا چنانچہ خداوندعالم نے اپنی رحمت وحکمت کی وجہ سے اس کائنات کو بہرا کر دیا ہے تو جب حکمت الٰہی انسان یا حیوان یا نباتات میں کسی اہم چیز کے وقوع کا تقاضا کرتی ہے تو اس کا مطلب یہ نہیں ہوتا کہ ہم خداوندعالم کے فضل اور صفات حسنیٰ کے دوسرے رخ یعنی رحمت کا انکار کر دیں۔ کچھ لوگ ایسے ہوتے ہیں جو بلا اور پریشانی میں حکمت اور روش خدا کے تابع ہوتے ہیں وہ آسانی اور مشکل نیز زندگی کے سخت لمحات میں رحمت الٰہی کا احساس نہیں کرتے، کچھ لوگ ایسے ہوتے ہیں جو اپنی زندگی کے سخت اضطراری لمحات میں خداوندعالم کی رحمت واسعہ سے آشنا نہیں ہوتے ہیں۔

"اے میرے خدا تو نے کتنے ہی غموں کو دور کیا ہے کتنے ہی مصیبتوں کو ختم کیا ہے اور کتنی ہی لغزشوں کو معاف کر دیا ہے اور رحمت کو پھیلا دیا ہے اور بلاؤں کی زنجیروں کو کھول دیا ہے"

ایام رجب کی دعاؤں میں وارد ہوا ہے:

"یامن یعطی مَن سأله، یامَن یعطی مَن لم یسأله ومَن لم یعرفه تحننا منه ورحمة"

"اے وہ خدا جو اسے عطا کرتا ہے جو اس سے سوال کرتا ہے اے وہ جو اسے عطا کرتا ہے جو اس سے سوال نہ کرے اور جو اس کو نہ پہچانے اپنی رحمت ولطف سے مجھ کو عطا کر"

اور مناجات رجبیہ میں آیا ہے:

"ولکن عفوك قبل عملنا"

"اور لیکن تیرا عفو ہمارے عمل سے پہلے سے ہے"

بیشک اللہ کی بخشش کو ہمارے گناہوں کی ضرورت ہے۔

حاجت اور فقر کے ذریعہ اللہ کی رحمت نازل ہوتی ہے۔

ہم اس سلسلہ میں ایک مشہور ومعروف رومی عارف کے اشعار میں سے ایک شعر کا ترجمہ ذکر کرتے ہیں:

رومی عارف کا کہنا ہے: پانی نہ مانگو اور اتنی پیاس مانگو کہ تمہارے چاروں طرف پانی کے چشمے پھوٹ جائیں۔

اللہ کی رحمت اور اللہ کے بندوں کی حاجت وضرورت کے مابین رابطہ کی طرف حضرت علی علیہ السلام کی مناجات میں اشارہ کیا گیا ہے:

مَوْلَایَ یَامَوْلَایَ اَنْتَ الْمَوْلیٰ وَ انا العبد، وهل یرحم العبدَ اِلّا الْمَوْلیٰ؟

مَوْلَایَ یَامَوْلَایَ اَنْتَ الْمَالِكُ وَاَنَا الْمَمْلُوْكُ وَهَلْ یَرْحَمُ الْمَمْلُوْكَ اِلَّا الْمَالِكُ؟

مَوْلَایَ یَامَوْلَایَ اَنْتَ الْعَزِیْزُ وَاَنَا الذَّلِیْلُ وَهَلْ یَرْحَمُ الذَّلِیْلَ اِلَّا الْعَزِیْزُ؟

مَوْلَایَ یَامَوْلَایَ اَنْتَ الْخَالِقُ وَاَنَا الْمَخْلُوْقُ وَهَلْ یَرْحَمُ الْمَخْلُوْقَ اِلّا الْخَالِقُ؟

مَوْلَایَ یَامَوْلَایَ اَنْتَ الْقَوِیُّ وَاَنَا الضَّعِیْفُ وَهَلْ یَرْحَمُ الضَّعِیْفَ اِلَّا الْقَوِیُّ؟

مَوْلَایَ یَامَوْلَایَ اَنْتَ الْغَنِیُّ وَاَنَا الفَقِیْرُ وَهَلْ یَرْحَمُ الْفَقِیْرَ اِلَّا الْغَنِیُّ؟

مَوْلَایَ یَامَوْلَایَ اَنْتَ الْمُعْطِیْ وَاَنَا السَّائِلُ وَهَلْ یَرْحَمُ السَّائِلَ اِلَّا الْمُعْطِیْ؟

مَوْلَایَ یَامَوْلَایَ اَنْتَ الْحَیُّ وَاَنَا الْمَیِّتُ وَهَلْ یَرْحَمُ الْمَیِّتَ اِلَّا الْحَیُّ؟

"اے میرے مولا اے میرے مولا تو مولا ہے اور میں بندہ ہوں اور بندے پر مولا کے علاوہ اور کون رحم کرے گا؟

اے میرے مولا اے میرے مولا تو مالک ہے اور میں مملوک ہوں اور مملوک پر مالک کے سوا کون رحم کرے گا؟

مولا اے میرے مولا تو عزت واقتدار والا ہے اور میں ذلت ورسوائی والا اور ذلیل پر عزت والے کے علاوہ اور کون رحم کرے گا؟

اے میرے مولا اے میرے مولا تو خالق ہے اور میں مخلوق ہوں اور مخلوق پر خالق کے سوا کون رحم کرے گا؟

اے میرے مولا اے میرے مولا تو عظیم ہے اور میں حقیر ہوں اور حقیر پر سوائے عظیم کے کون رحم کرے گا؟

مولا اے میرے مولا تو طاقتور ہے اور میں کمزور ہوں اور کمزور پر طاقتور کے علاوہ اور کون رحم کرے گا؟

مولا اے میرے مولا تو مالدار ہے اور میں محتاج ہوں اور محتاج پر مالدار کے علاوہ اور کون رحم کرے گا؟

مولا اے میرے مولا تو عطا کرنے والا ہے اور میں سائل ہوں اور سائل پر سوائے عطا کرنے والے کے اور کون رحم کرے گا

؟

میرے مولا اے میرے مولا تو زندہ ہے اور میں مردہ ہوں اور مردہ پر سوائے زندہ کے اور کون رحم کرے گا؟

ضرورت سے پہلے دعا کرنا

جس حاجت وفقر کی طرف انسان متوجہ ہوتا ہے اور اس کو اللہ کی بارگاہ میں پیش کرتا ہے، اس سے دعا کرتا ہے اور اس سے طلب کرتا ہے (وہ فقر کی طرف متوجہ ہونے کے بعد دعا کرنا ہے)۔

ضرورت سے باخبر ہونے اور طلب سے متصل ضرورت کے ذریعہ اللہ کی رحمت زیادہ نازل ہوتی ہے اس حاجت وضرورت کی نسبت جو دعا سے متصل نہیں ہوتی ہے۔

دونوں کے ذریعہ اللہ کی رحمت نازل ہوتی ہے لیکن حاجت جب طلب اور دعا سے متصل ہوتی ہے تو اللہ کی رحمت کو زیادہ جذب کرتی ہے اور اللہ کی رحمت غیر کی نسبت اس کو زیادہ جواب دیتی ہے۔

اوراسی حاجت کی طرف سورۂ نمل کی اس آیت کریمہ میں اشارہ کیا گیا ہے:

"اَمَّنْ يُّجِيْبُ الْمُضْطَرَّ اِذَا دَعَاهُ وَيَكْشِفُ السُّوْٓءَ"[1]

"بھلا وہ کون ہے جو مضطر کی آواز کو سنتا ہے جب وہ آواز دیتا ہے اور اس کی مصیبت کو دور کر دیتا ہے"

آیہ کریمہ میں دو باتوں پر زیادہ توجہ دی گئی ہے اضطرار اور دعا "الْمُضْطَرَّ اِذَا دَعَاهُ"[2] اور ان دونوں یعنی اضطرار اور دعا میں سے ہر ایک رحمت کو جذب کرتا ہے جب اضطرار اور دعا دونوں جمع ہو جائیں تو رحمت کا نازل ہونا ضروری ہے۔

اسلام میں اللہ تبارک وتعالیٰ سے دعا اور سوال کرنے پر بہت زیادہ زور دیا گیا ہے اور اس کی رحمت کو حاصل کرنے کے لئے اس کی بارگاہ میں اپنی حاجتوں کو پیش کرنے اور اس کے سامنے اپنی حاجت کی تشریح کرنے پر بھی زور دیا گیا ہے۔

---

[1] سورۂ نمل آیت۔ ۶۲۔

[2] سورۂ نمل آیت۔ ۶۲۔

اسلامی نصوص میں حاجت برآوری کو دعا سے مربوط قرار دیا گیا ہے:

"وَقَالَ رَبُّكُمُ ادْعُوْنِيْٓ اَسْتَجِبْ لَكُمْ "[1]

"اور تمہارے پروردگار کا ارشاد ہے کہ مجھ سے دعا کرو میں قبول کرونگا"

اور قرآن نے اس بات پر زور دیا ہے کہ اللہ کے نزدیک اس کے بندے کی قدر و قیمت اس بندے کی دعا کے ذریعہ ہی ہے:

"قُلْ مَا يَعْبَؤُا بِكُمْ رَبِّيْ لَوْلَا دُعَآؤُكُمْ "[2]

"پیغمبر آپ کہہ دیجئے کہ اگر تمہاری دعائیں نہ ہوتیں تو پروردگار تمہاری پروا بھی نہ کرتا"

قرآن کریم نے تو اس بات پر زور دیا ہے کہ اگر کوئی دعا سے منحرف ہوتا ہے تو وہ اللہ کی عبادت کرنے سے اکڑنے والا قرار دیا جاتا ہے:

"وَقَالَ رَبُّكُمُ ادْعُوْنِيْٓ اَسْتَجِبْ لَكُمْ ۭ اِنَّ الَّذِيْنَ يَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِيْ سَيَدْخُلُوْنَ جَهَنَّمَ دٰخِرِيْنَ ۝ "[3]

"مجھ سے دعا کرو میں قبول کرونگا اور یقینا جو لوگ میری عبادت سے اکڑتے ہیں وہ عنقریب ذلت کے ساتھ جہنم میں داخل ہوں گے"

دعا اور استجابت کے درمیان رابطہ کے سلسلہ میں تین قوانین

اب ہمارا سوال یہ ہے کہ جب حاجت وضرورت دعا کے ساتھ ہوتی ہے تو رحمت کے نزول میں تیزی کیسے آجاتی ہے اور دعا و استجابت کے درمیان رابطہ کی شدت اور اس پر زیادہ زور دینے کی کیا وجہ ہے؟ درحقیقت ہم نے اس فصل کا آغاز اسی سوال کا جواب دینے اور دعا و استجابت کے درمیان رابطہ کی تحلیل کرنے کے لئے کیا ہے۔

اس سوال کا جواب یہ ہے: دعا کے ذریعہ اللہ کی رحمت نازل ہونے کے تین قوانین ہیں:

۱۔ اللہ کی رحمت اور فقر و حاجت کے درمیان رابطہ

ہم اس قانون کو پہلے وضاحت کے ساتھ بیان کر چکے ہیں لہٰذا اب اس کو دوبارہ نہیں دُہرائیں گے اور دعا کی ہر حالت، حاجت اور فقر میں اللہ کی رحمت کی متضمن ہوتی ہے اور یہ اللہ کی رحمتوں کی منزلوں میں سے پہلی منزل ہے۔

۲۔ فقر اور حاجت میں اللہ کی رحمت سے آگاہ ہوجانے کے بعد رابطہ۔

---

[1] سورہ غافر آیت/۶۰۔

[2] سورۂ فرقان آیت۔۷۷۔

[3] سورۂ غافر آیت۔۶۰۔

آ گاہ ہوجانے کے بعد ضرورت اور آ گاہ ہونے سے پہلے ضرورت کے مابین فرق ہے۔

ان میں سے ہرایک حاجت وضرورت ہے اور ہرایک سے اللہ کی رحمت مجذوب ہوتی ہے اور نازل ہوتی ہے لیکن ان میں سے ایک باخبر ہونے سے پہلے اور ایک فقر وحاجت سے باخبر ہوجانے کے بعد ہے۔

جس حاجت وضرورت سے انسان باخبر نہیں ہوتا اس میں وہ اللہ کا محتاج ہوتا ہے اور وہ اپنی حاجتوں کو اللہ کی بارگاہ میں پیش نہیں کرتا بلکہ کبھی کبھی تو وہ اللہ کو پہچانتا بھی نہیں۔

لیکن فقر وضرورت سے آ گاہ انسان اپنی ضرورتوں اور حاجتوں کو اللہ بارگاہ میں پیش کرتا ہے اور یہ باخبر ہونا ہی اس کے اللہ سے محتاجی کو تاریکی سے نکال کر باخبر ہونے تک پہنچا دیتا ہے حالانکہ حاجت وضرورت سے ناسمجھ وبے خبر انسان تاریکی میں گھر جاتا ہے اور وہ اس کو سمجھ بھی نہیں پاتا۔

لیکن وہ فقیر ومحتاج جو اپنی حاجتوں کو اللہ کی بارگاہ میں پیش کرتا ہے وہ اللہ کی رحمت اور اس کا فضل چاہتا ہے حالانکہ اپنی ضرورتوں سے ناآ گاہ فقیر اپنی حاجتوں کو اللہ کی بارگاہ میں پیش نہیں کرتا ہے

گویا حاجتوں سے باخبر انسان حاجت وضرورت کی حالت سے صحیح معنوں میں دوچار ہوتا ہے اور ضرورت جتنی زیادہ ہوگی اتنا ہی اللہ کی رحمت کو قبول کرنے کے لئے نفس وسیع ہوگا اور ہم پہلے یہ بیان کر چکے ہیں کہ اللہ کی رحمت کے خزانوں میں نہ بخل ہے اور نہ مجبوری۔ ہاں اللہ کی رحمت کو قبول کرنے کے لئے لوگوں کے ظروف مختلف ہوتے ہیں۔جس انسان کا ظرف بہت زیادہ بڑا ہوگا اللہ کی رحمت میں اس کا حصہ اتنا ہی زیادہ ہوگا اور ظرف سے مراد یہاں پر ضرورت ہے یعنی جس ضرورت کی کوئی اہمیت ہو اور انسان اپنی ضرورت کو اللہ کی بارگاہ میں پیش کرے۔

ایک خطا کار مجرم کے لئے جب سولی کا حکم صادر کیا جاتا ہے تو وہ اس سے باخبر ہوتا ہے۔ وہ عوام الناس اور حکام کے دلوں کو اپنی طرف اس جرم سے زیادہ معطوف کرتا ہے جو اپنے لئے سولی کا حکم نافذ کرانا چاہتا ہے اور اس کو یہ بھی نہیں معلوم کہ اسے کہاں جانا ہے۔سولی کا حکم صادر ہونے کے متعلق دونوں برابر کا علم رکھتے ہیں۔ ہاں وہ مجرم جو اپنے جرم کا معترف اور اپنی سزا سے واقف ہے وہ دوسروں کے مقابلہ میں لوگوں سے زیادہ رحمت کا خواستگار ہوتا ہے کیونکہ ایسا شخص جرم اور سزا کی طرف پوری طرح متوجہ ہوتا ہے جبکہ دوسرے افراد جرم اور سزا کی طرف اتنا متوجہ نہیں ہوتے۔

بارگاہ خدا میں احساس نیازمندی کی علامتیں

باخبر ضرورت کو دعاؤں کے ذریعہ اللہ کی بارگاہ میں پیش کرنے کی چند نشانیاں اور علامتیں ہیں۔ جتنا زیادہ انسان اپنی ضرورتوں کو اللہ کی بارگاہ میں پیش کرتا ہے اتنا ہی یہ نشانیاں اسکی دعاؤں میں واضح ہوتی ہیں۔

ان نشانیوں میں سے اہم نشانیاں: دعا میں خشوع، خضوع، رونا گڑگڑانا، اللہ کی بارگاہ میں حاضر ہونا اور اپنی مجبوری کا اظہار کرنا ہیں۔

اسلامی نصوص میں دعاؤں میں ان تمام حالتوں اور نشانیوں پر زور دیا گیا ہے، اور دعاء کی قبولیت میں ان باتوں پر زور دیا گیا ہے۔

حقیقت میں یہ علامتیں دعا میں دوسرے اور تیسرے سبب پر توجہ دینے کو کشف کرتی ہیں۔ وہ دونوں سبب ضرورتوں کی اطلاع ہونا اور سوال کرنا ہے اور جتنا ہی انسان دعا میں خضوع وخشوع کرے گا اتنی ہی اسکی طلب و چاہت میں شدّت ہوگی اور انسان اپنی حاجتوں کو اللہ کی بارگاہ میں پیش کرے گا۔

ان حالتوں میں دعا قبول ہونے کے یہی دو اسباب ہیں ان حالات اور ان کی طرف رغبت کو قرآن کریم میں بیان کیا گیا ہے جن میں سے کچھ اسباب کو ہم ذیل میں بیان کر رہے ہیں:

خداوند عالم کا ارشاد ہے:

۱: "تَدۡعُوۡنَهٗ تَضَرُّعًا وَّخُفۡيَةً "[۱]

"جسے تم گڑگڑا کر اور خفیہ طریقہ سے آواز دیتے ہو"

۲: "وَادۡعُوۡهُ خَوۡفًا وَّطَمَعًا ؕ اِنَّ رَحۡمَتَ اللّٰهِ قَرِيۡبٌ مِّنَ الۡمُحۡسِنِيۡنَ "[۲]

"اور خدا سے ڈرتے ڈرتے اور امیدوار بن کر دعا کرو کہ اس کی رحمت صاحبانِ حسن عمل سے قریب تر ہے"

تضرّع اور خوف یہ دونوں حالتیں انسان کو اللہ کی بارگاہ میں اپنی ضرورتوں کو پیش کرنے کے بارے میں زور دیتی ہیں۔

اور طمع وہ حالت ہے جو انسان کو اس چیز کی رغبت دلاتی ہے کہ جو کچھ اللہ کے پاس ہے بندہ اس کو حاصل کرے۔

خفیہ (رازدارانہ) طور پر دعا کرنا انسان کو اللہ کی بارگاہ میں حاضری دینے پر آمادہ کرتا ہے

۳۔ "وَذَا النُّوۡنِ اِذۡ ذَّهَبَ مُغَاضِبًا فَظَنَّ اَنۡ لَّنۡ نَّقۡدِرَ عَلَيۡهِ فَنَادٰى فِى الظُّلُمٰتِ اَنۡ لَّاۤ اِلٰهَ اِلَّاۤ اَنۡتَ سُبۡحٰنَكَ ‌ۖ اِنِّىۡ كُنۡتُ مِنَ الظّٰلِمِيۡنَ‌ۚ فَاسۡتَجَبۡنَا لَهٗ ۙ وَنَجَّيۡنٰهُ مِنَ الۡغَمِّ‌ؕ وَكَذٰلِكَ نُـنۡجِى الۡمُؤۡمِنِيۡنَ "[۳]

"اور یونس کو یاد کرو جب وہ غصہ میں آکر چلے اور یہ خیال کیا کہ ہم ان پر روزی تنگ نہ کریں گے اور پھر تاریکیوں میں جاکر آواز دی کہ پروردگار تیرے علاوہ کوئی خدا نہیں ہے تو پاک و بے نیاز ہے اور میں اپنے نفس پر ظلم کرنے والوں میں سے تھا۔ تو ہم نے ان کی دعا کو قبول کرلیا اور انھیں غم سے نجات دلادی کہ ہم اسی طرح صاحبان ایمان کو نجات دلاتے رہتے ہیں"

اس آیت میں بندہ کی طرف سے خداوند عالم کی بارگاہ میں ظلم کا اعتراف اور اقرار ہے:

---

[۱] سورۂ انعام آیت ۶۳۔

[۲] سورۂ اعراف آیت۔۵۶۔

[۳] سورۂ انبیاء آیت ۸۷۔۸۸۔

"سُبْحَانَكَ إِنِّي كُنْتُ مِنَ الظَّالِمِيْنَ ۔"[1]

"پروردگار تیرے علاوہ کوئی خدا نہیں ہے تو پاک و بے نیاز ہے اور میں اپنے نفس پر ظلم کرنے والوں میں سے تھا"

ظلم کا اقرار کرنا ظلم سے باخبر ہونا ہے اور اس سے گناہگار انسان اپنے نفس میں استغفار کا بہت زیادہ احساس کرتا ہے اور جتنا ہی انسان اپنے ظلم اور گناہ سے باخبر ہوگا اتنا ہی وہ اللہ سے استغفار کرنے کے لئے زیادہ مضطر و بے چین ہوگا۔

۴: "وَيَدْعُوْنَنَا رَغَباً وَرَهَباً وَكَانُوْا لَنَا خَاشِعِيْنَ"[2]

"اور رغبت اور خوف کے عالم میں ہم کو پکارنے والے تھے"

رغبت، خوف اور خشوع وہ نفسانی حالات ہیں جو اپنی حاجتوں سے باخبر انسان کو اپنی حاجتوں کو اللہ کی بارگاہ میں پیش کرنے پر زور دیتی ہیں۔ انسان اللہ کے عذاب سے خوف کھاتا ہے اور اللہ کے رزق اور ثواب سے اس کو رغبت ہوتی ہے۔

۵: "اَمَّنْ يُّجِيْبُ الْمُضْطَرَّ اِذَا دَعَاهُ وَيَكْشِفُ السُّوْءَ"[3]

اضطرار وہ نفسانی حالت ہے جو انسان کے اپنی حاجتیں اللہ کی بارگاہ میں پیش کرنے پر زور دیتی ہے اور انسان کا اپنی ضرورتوں سے باخبر ہونا اللہ کے علاوہ دوسرے تمام وسیلوں سے دور کرتا ہے (یعنی صرف اللہ ہی نجات دے سکتا ہے)۔

۶۔: "يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ خَوْفاً وَطَمَعاً"[4]

"اور وہ اپنے پروردگار کو خوف اور طمع کی بنیاد پر پکارتے رہتے ہیں"

اپنی حاجتوں سے باخبر انسان جتنا زیادہ اللہ کی بارگاہ میں اپنی مجبوری و لاچاری کا اظہار کرے گا خداوند عالم اسی سوال اور حاجت کے مطابق اس کو عطا کرے گا خداوند عالم کا ارشاد ہے:

"وَادْعُوْهُ خَوْفاً وَطَمَعاً اِنَّ رَحْمَةَ اللهِ قَرِيْبٌ مِنَ الْمُحْسِنِيْنَ"[5]

"اور خدا سے ڈرتے ڈرتے اور امیدوار بن کر دعا کرو کہ اس کی رحمت صاحبانِ حسن عمل سے قریب تر ہے"

اللہ کی رحمت بندے سے اتنی ہی قریب ہوگی جتنا وہ اپنے نفس میں اللہ کے عذاب سے خوف کھائے گا اور اللہ کے احسان کی طمع کرے گا۔

انسان کے نفس میں جتنا زیادہ خوف ہوگا اتنی ہی اس کے نفس میں تڑپ پیدا ہوگی، اللہ کی بارگاہ میں اس کی دعا استجابت سے

---

[1] سورۂ انبیاء آیت ۸۷۔

[2] سورۂ انبیاء آیت ۹۰۔

[3] سورۂ نمل آیت ۶۲۔

[4] سورۂ سجدہ آیت۔۱۶۔

[5] سورۂ اعراف آیت ۵۵۔

زیادہ قریب ہوگی اور اللہ کے رزق وثواب کے لئے جتنی طمع انسان کے اندر ہوگی تو اتنی ہی زیادہ اللہ کی بارگاہ میں اس کی دعا قبول ہونے کے نزدیک ہوگی۔

۳۔دعااوراستجابت دعاکے درمیان رابطہ

اور یہ بالکل واضح وروشن قانون ہے جس کوانسان بذات خودفطری طور پرسمجھ سکتا ہےاورآیہ کریمہ اسی چیز کو بیان کرتی ہے:

"اُدْعُوْنِیْ اَسْتَجِبْ لَکُمْ"[1]

بیشک ہر دعا قبول ہوتی ہےاور خداوند عالم اس فرمان کا یہی مطلب ہے:"اُدْعُوْنِیْ اَسْتَجِبْ لَکُمْ"اور یہ فطری وواضح قانون ہے جس کوانسان کی فطرت تسلیم کرتی ہےاور یہ عام قانون ہےلیکن اگرکوئی دعا قبول ہونے کے درمیان رکاوٹ پیدا ہوجائےتو دوسری بات ہے۔

دوطرح کی چیزیں دعا قبول ہونے میں رکاوٹ ڈالتی ہیں:

۱۔مسئول عنہ جس سے سوال کیا جائے اس کی طرف سے کچھ رکاوٹیں پیدا ہوجاتی ہیں۔

۲۔سائل(سوال کرنے والے) کی طرف سے کچھ رکاوٹیں پیدا ہوجاتی ہیں۔

مسئول(جس سے سوال کیا جائے) کی طرف سے آڑے آنے والی رکاوٹیں جیسے دعا قبول کرنے سے عاجز ہوجائے،دعا قبول کرنے میں بخل کرنے لگے۔

کبھی بذات خودسائل کی طرف سے رکاوٹیں پیدا ہوجاتی ہیں جیسے دعا قبول کرنا بندہ کے مفاد میں نہ ہواور بندہ اس سے جاہل ہواور اللہ اسکو جانتا ہے۔

پہلی قسم کی رکاوٹیں اللہ کی سلطنت کے شایان شان نہیں ہیں چونکہ خداوند عالم بادشاہ مطلق ہے وہ کسی چیز سے عاجز نہیں ہے اور نہ ہی کوئی چیز اس سے فوت ہوتی ہے،نہ ہی کوئی چیز اسکی سلطنت وقدرت سے باہر ہوسکتی ہے،نہ ہی اسکے جودوکرم کی کوئی انتہا ہے،نہ اسکے خزانہ میں کوئی کمی آتی ہےاور کثرت عطااس کے جودوکرم سے ہی ہوتی ہے۔

پس معلوم ہوا کہ دعا کے قبول ہونے میں پہلی قسم کی رکاوٹوں کے تصور کرنے کا امکان ہی نہیں ہے لیکن سائل کی طرف سے دعا قبول نہ ہونے دینے والی رکاوٹوں کا امکان پایا جاتا ہےاور سب کا اس بات پر اتفاق ہے کہ خداوند عالم بہت سے بندوں کی دعا کو قبول کرنے میں تاخیر کرتا ہےلیکن وہ ایسا اپنے عاجز ہوجانے یا بخیل ہوجانے کی وجہ سے نہیں کرتا بلکہ وہ اپنے علم کی بناء پر یہ جانتا ہے کہ اس بندے کے لئے دعا کا دیر سے قبول کرنا بہتر ہے اور سب اس بات پر بھی متفق ہیں کہ اس صورت میں دعا کا قبول ہونا بندے کے لئے مضر ہے اور خدا بندے کی دعا قبول نہیں کرتا لیکن اس دعا کے بدلہ میں اسکو دنیا میں بہت زیادہ خیر عطا کردیتا ہے اور اسکے

[1] سورۂ مومن آیت۔۶۰۔

گناہوں کوبخش دیتا ہے یا اسکے درجات بلند کردیتا ہے۔ یا اسکو یہ سب چیزیں عطا کردیتا ہے۔

پہلے ہم پہلی قسم کے موانع سے متعلق بحث کریں گے، اسکے بعد دوسری قسم کے موانع کے سلسلہ میں بحث کریں اسکے بعد دعا اوراجابت کے درمیان رابطہ کے سلسلہ پر روشنی ڈالیں گے۔

پہلی قسم کے موانع دعا

پہلی قسم کے موانع (رکاوٹوں) کا کوئی وجود ہی نہیں ہے جیسا کہ ہم اللہ کی سلطنت کے متعلق عرض کر چکے ہیں کہ خدا کی سلطنت مطلق ہے وہ کسی چیز سے عاجز نہیں ہوتا، کوئی چیز اس سے چھوٹ نہیں سکتی، اسکی سلطنت اور قدرت کی کوئی حد نہیں ہے، کائنات میں ہر چیز اسکی سلطنت اور قدرت کے لئے خاضع ہے اور جب وہ کہہ دیتا ہے تو کوئی چیز اسکے ارادے اور امر سے سرپیچی نہیں کر سکتی ہے:

"وَإِذَا قَضَىٰ أَمْرًا فَإِنَّمَا يَقُولُ لَهُ كُن فَيَكُونُ"[1]

"اور جب کسی امر کا فیصلہ کر لیتا ہے تو صرف کن کہتا ہے اور وہ چیز ہوجاتی ہے"

"إِنَّمَا قَوْلُنَا لِشَيْءٍ إِذَا أَرَدْنَاهُ أَن نَّقُولَ لَهُ كُن فَيَكُونُ"[2]

"ہم جس چیز کا ارادہ کر لیتے ہیں اس سے فقط اتنا کہتے ہیں کہ ہوجا اور وہ ہوجاتی ہے"

"إِنَّمَا أَمْرُهُ إِذَا أَرَادَ شَيْئًا أَن يَقُولَ لَهُ كُن فَيَكُونُ"[3]

"اس کا امر صرف یہ ہے کہ کسی شئی کے بارے میں یہ کہنے کا ارادہ کر لے کہ ہوجا اور وہ شئی ہوجاتی ہے"

کائنات میں کوئی بھی چیز اسکی سلطنت اور قدرت سے باہر نہیں ہوسکتی ہے:

"وَالْأَرْضُ جَمِيعًا قَبْضَتُهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَالسَّمَاوَاتُ مَطْوِيَّاتٌ بِيَمِينِهِ"[4]

"جبکہ روز قیامت تمام زمین اس کی مٹھی میں ہوگی اور سارے آسمان اسی کے ہاتھ میں لپٹے ہوئے ہوں گے"

"إِنَّ اللّٰهَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ"[5]

"اور یقیناً اللہ ہر شئی پر قدرت رکھنے والا ہے"

خداوند عالم کا امر (حکم) کسی چیز پر موقوف نہیں ہے، نہ ہی کسی چیز پر متعلق ہے۔

---

[1] سورۂ بقرہ آیت ۱۱۷۔

[2] سورۂ نحل آیت ۴۰۔

[3] سورۂ یس آیت۔ ۸۲۔

[4] سورۂ زمر آیت۔ ۶۷۔

[5] سورۂ آل عمران آیت۔ ۱۶۵۔

"وَمَا اَمْرُ السَّاعَةِ اِلَّا كَلَمْحِ الْبَصَرِ اَوْهُوَ اَقْرَبُ اِنَّ اللهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ"[1]

"اور قیامت کا حکم تو صرف ایک پلک جھپکنے کے برابر یا اس سے بھی قریب تر ہے اور یقیناً اللہ ہر شئی پر قدرت رکھنے والا ہے"

یہ آیت خداوند عالم کی سلطنت و قدرت کے وسیع ہونے اور اسکے حکم اور امر کے نافذ ہونے کو بیان کرتی ہے۔

بخل اسکی ساحت کبریائی کے شایان شان نہیں ہے خداوند عالم ایسا جواد وسخی ہے جسکی سخاوت اور کرم کی کوئی حد نہیں ہے۔

"رَبَّنَا وَسِعْتَ كُلَّ شَيْءٍ رَحْمَةً وَعِلْماً"[2]

"خدایا تیری رحمت اور تیرا علم ہر شئی پر محیط ہے"

"فَاِنْ كَذَّبُوْكَ فَقُلْ رَبُّكُمْ ذُوْ رَحْمَةٍ وَاسِعَةٍ"[3]

"پھر اگر یہ لوگ آپ کو جھٹلائیں تو کہہ دیجئے کہ تمہارا پروردگار بڑی وسیع رحمت والا ہے"

خداوند عالم کی عطاو بخشش دائمی ہے منقطع ہونے والی نہیں ہے۔

"كُلًّا نُمِدُّ هٰؤُلَاءِ وَهٰؤُلَاءِ مِنْ عَطَاءِ رَبِّكَ وَمَا كَانَ عَطَاءُ رَبِّكَ مَحْظُوْراً"[4]

"ہم آپ کے پروردگار کی عطاو بخشش سے اِن کی اور اُن کی سب کی مدد کرتے ہیں اور آپ کے پروردگار کی عطا کسی پر بند نہیں ہے"

"وَاَمَّا الَّذِيْنَ سُعِدُوْا فَفِي الْجَنَّةِ... عَطَاءً غَيْرَ مَجْذُوْذٍ"[5]

"اور جو لوگ نیک بخت ہیں وہ جنت میں ہوں گے۔۔۔ یہ خدا کی ایک عطا ہے جو ختم ہونے والی نہیں ہے"

جب خداوند عالم رحمت نازل کرنے کا ارادہ کرلیتا ہے تو اس میں کوئی رکاوٹ نہیں آسکتی ہے:

"مَا يَفْتَحِ اللهُ لِلنَّاسِ مِنْ رَحْمَةٍ فَلَا مُمْسِكَ لَهَا وَمَا يُمْسِكْ فَلَا مُرْسِلَ لَهُ مِنْ بَعْدِهِ"[6]

"اللہ انسانوں کے لئے جو رحمت کا دروازہ کھول دے اس کا کوئی روکنے والا نہیں ہے اور جس کو روک دے اس کا کوئی بھیجنے والا نہیں ہے" اللہ کی رحمت کے خزانے کبھی ختم نہیں ہوتے:

"وَلِلّٰهِ خَزَائِنُ السَّمٰوَاتِ وَالْاَرْضِ"[7]

---

[1] سورۂ نحل آیت ۷۷۔

[2] سورۂ غافر آیت ۷۔

[3] سورۂ انعام آیت ۱۴۷۔

[4] سورۂ اسراء آیت ۲۰۔

[5] سورۂ ہود آیت ۱۰۸۔

[6] سورۂ فاطر آیت۔۲۔

[7] سورۂ منافقون آیت ۷۔

"حالانکہ آسمان وزمین کے تمام خزانے اللہ ہی کے لئے ہیں"

"وَإِنْ مِنْ شَيْءٍ إِلَّا عِنْدَنَا خَزَائِنُهُ وَمَا نُنَزِّلُهُ إِلَّا بِقَدَرٍ مَعْلُومٍ" [1]

"اور کوئی شے ایسی نہیں ہے جس کے ہمارے پاس خزانے نہ ہوں اور ہم ہر شے کو ایک معین مقدار میں ہی نازل کرتے ہیں"

خداوند عالم جو رزق اپنے بندوں کو عطا کر دیتا ہے اس سے اللہ کی رحمت کے خزانے ختم نہیں ہوتے وہ اپنے جود و کرم سے زیادہ عطا نہیں کرتا۔

دعا افتتاح میں آیا ہے:

"اَلْحَمْدُ للهِ الْفَاشِيْ فِيْ الْخَلْقِ اَمْرُهُ وَحَمْدُهُ... اَلْبَاسِطِ بِالْجُوْدِ يَدَهُ الَّذِيْ لَا تَنْقُصُ خَزَائِنُهُ وَلَا تَزِيْدُهُ كَثْرَةُ الْعَطَاءِ اِلَّا جُوْداً وَ كَرَماً"

"حمد اس خدا کے لئے ہے جس کا امر اور حمد مخلوق میں نافذ ہے۔۔۔اور جس کا ہاتھ بخشش کے لئے کشادہ ہے جس کے خزانے میں کوئی کمی نہیں ہوتی اور عطا کی کثرت اس میں سوائے جود و کرم کے اور کچھ زیادہ نہیں کرتی"

علامہ شریف رضی کی روایت کے مطابق حضرت علی علیہ السلام نے اپنے فرزند امام حسن سے یہ وصیت فرمائی:

(۱) "إعلم انّ الذی بیده خزائن السماوات والارض قد اذن لك فی الدعاء وتكفّل لك بالاجابة، وامرك انْ تسأله لیعطیك، وتسترحمه لیرحمك، ولم یجعل بینك وبینه من یحجبك عنه، ولم یلجئك الی مَن یشفع لك الیه، ولم یمنعك ان اسات من التوبة، ولم یعاجلك بالنقمة، ولم یفضحك حیث الفضیحة، ولم یشدد علیك فی قبول الانابة، ولم یناقشك بالجریمة، ولم یؤیسك من الرحمة، بل جعل نزوعك عن الذنب حسنة، وحسب سیئتك واحدة، وحسب حسنتك عشرا، وفتح لك باب المتاب وباب الاستعتاب۔

فاذا نادیته سمع نداء ك واذا ناجیته علم نجواك، فافضیت الیه بحاجتك، وابثثته ذات نفسك، وشكوت الیه همومك، واستكشفته كروبك، واستعنته علی امورك، وسالته من خزائن رحمته مالا یقدر علی اعطائها غیره، من زیادة الاعمار وصحة الابدان، وسعة الارزاق

ثم جعل فی یدك مفاتیح خزائنه بما اذن لك فیه من مسالته، فمتی شئت استفتحت بالدعاء ابواب النعمة، واستمطرت شآبیب رحمته، فلا یقنطنّك ابطاء اجابته، فان العطیه علی قدر

[1] سورۂ حجر آیت ۲۱۔

النیہ»[1]

"جان لو! جس کے قبضۂ قدرت میں آسمان وزمین کے خزانے ہیں اس نے تمھیں سوال کرنے کی اجازت دے رکھی ہے، اور قبول کرنے کی ذمہ داری لی ہے اور تم کو مانگنے کا حکم دیا ہے تا کہ وہ دے، اس سے رحم کی درخواست کروتا کہ وہ تم پر رحم کرے، اس نے اپنے اور تمہارے درمیان دربان نہیں کھڑے کئے جو تمھیں روکتے ہوں، نہ تمھیں اس پر مجبور کیا ہے کہ تم کسی کو اس کے یہاں سفارش کے لئے لاؤ تب ہی کام لو اور تم نے گناہ کئے ہوں، اس نے تمہارے لئے توبہ کی گنجائش ختم نہیں کی ہے، نہ سزا دینے میں جلدی کی ہے اور نہ توبہ وانابت کے بعد وہ کبھی طعنہ دیتا ہے (کہ تم نے پہلے یہ کیا تھا، وہ کیا تھا) نہ اس نے تمھیں ایسے موقعوں پر رسوا کیا جہاں تمھیں رسوا ہی ہونا چاہئے تھا اور نہ ہی اس نے توبہ قبول کرنے میں (سخت شرطیں لگا کر) تمہارے ساتھ سخت گیری کی ہے نہ ہی گناہ کے بارے میں تم سے سختی کے ساتھ جرح کرتا ہے اور نہ اپنی رحمت سے مایوس کرتا ہے بلکہ اس نے گناہ سے کنارہ کشی کو بھی ایک نیکی قرار دیا ہے اور برائی ایک ہو تو اسے ایک (برائی) اور نیکی ایک ہو تو اسے دس نیکیوں کے برابر قرار دیا ہے اس نے توبہ کے دروازہ کھول رکھا ہے۔

جب بھی تم اس کو پکارتے ہو وہ تمہاری سنتا ہے اور جب بھی راز و نیاز کرتے ہوئے اس سے کچھ کہو تو وہ جان لیتا ہے، تم اسی سے مرادیں مانگتے ہو، اور اسی کے سامنے دل کے راز و بھید کھولتے ہو، اسی سے اپنے دکھ درد کا رونا روتے ہو اور مصیبتوں سے نکالنے کی التجا کرتے ہو اور اپنے کاموں میں مدد کے خواستگار ہو اور اس کی رحمت کے خزانوں سے وہ چیزیں طلب کرتے ہو جن کے دینے پر اور کوئی قدرت نہیں رکھتا جیسے عمروں میں درازی، جسمانی صحت و توانائی اور رزق میں وسعت۔

اور اس نے تمہارے ہاتھ میں اپنے خزانوں کو کھولنے والی کنجیاں دیدی ہیں اس طرح کے تمھیں اپنی بارگاہ میں سوال کرنے کا طریقہ بتایا اس طرح جب تم چاہو اس کی رحمت کے دروازوں کو کھلوا لو، اس کی رحمت کے جھالوں کو برسالو، ہاں بعض اوقات اگر دعا قبول ہونے میں دیر ہو جائے تو اس سے ناامید نہ ہو جاؤ اس لئے کہ عطیہ نیت کے مطابق ہوتا ہے"

اور حدیث قدسی میں آیا ہے:

"یاعبادی کلکم ضال الّامَن هدیته، فاسألونی الهدیٰ اهدکم وکلکم فقیر الامَن اغنیته، فاسألونی الغنیٰ ارزقکم وکلکم مُذْنِب اِلَّا مَنْ عَافَیْتَهُ، فَاسْاَلُوْنِیْ الْمَغْفِرَة أغفرلکم... ولوانّ اولکم وآخرکم وحیّکم ومیتکم اجتمعوا فیتمنیٰ کل واحد مابلغت امنیته، فاعطیته لم یتبین ذلك فی ملکی... فاذا اردت شیئاً فانّما اقول له کن فیکون»[2]

"بندو تم سب بھٹکے ہوئے ہو مگر جس کو میں راستہ دکھا دوں لہٰذا مجھ سے ہدایت طلب کروتا کہ میں تمہاری ہدایت کر دوں اور تم سب فقیر ہو مگر جس کو میں بے نیاز کر دوں لہٰذا مجھ سے بے نیازی طلب کروتا کہ میں تم کو روزی عطا کروں تم سب گناہگار ہو مگر جس کو میں

---

[1] نہج البلاغہ، قسم الرسائل والکتب، الکتاب: ۳۱

[2] تفسیر امام ۱۹۔۲۰، بحار الانوار جلد ۹۲ صفحہ ۲۹۳

عافیت عطا کروں لہٰذا مجھ سے بخشش طلب کروتا کہ میں تمھیں بخش دوں اگر تمہارا پہلا، آخری، زندہ، مردہ سب اکٹھے ہوکر مجھ سے اپنی مرادیں مانگیں اور میں ان کی مرادیں پوری کر دوں تو اس سے میری حکومت کو کوئی ضرر نہ پہنچے گا اس لئے کہ جب میں کسی چیز کا ارادہ کرتا ہوں تو میں اس سے کہتا ہوں ہوجا، تو وہ ہوجاتی ہے"

موانع (رکاوٹوں) کی دوسری قسم

دعا قبول ہونے میں رکاوٹ ڈالنے والے دوسری قسم کے موانع بہت زیادہ ہیں۔

کبھی کبھی دعا کا قبول ہونا سائل کے لئے مضر ہوتا ہے لیکن سائل کو اس کا علم نہیں ہوتا ہے اور اللہ اس کے حق میں اس دعا کے مفید یا مضر ہونے سے واقف ہے۔

کبھی کبھی دعا کا جلدی قبول ہونا بھی مضر ہوتا ہے اور خداوند عالم جانتا ہے کہ بندہ کے لئے اس دعا کو قبول کرنے میں تاخیر کرنا اس کے حق میں بہتر اور بہت زیادہ فائدہ مند ہے۔لہٰذا خداوند عالم اس کی دعا کو قبول کرنے میں تاخیر کرتا ہے

جیسا کہ ہم دعا افتتاح میں پڑھتے ہیں:

" فَصِرْتُ اَدْعُوْكَ آمِناً وَاَسْأَلُكَ مُسْتَانِساً لاَ خَائِفاً وَلَا وَجِلاً مُدِلّاً عَلَيْكَ فِيْمَا قَصَدْتُ فِيْهِ اِلَيْكَ فَاِنْ اَبْطَأَ عَنِّيْ عَتَبْتُ بِجَهْلِيْ عَلَيْكَ وَلَعَلَّ الَّذِيْ اَبْطَأَ عَنِّيْ هُوَ خَيْرٌ لِيْ لِعِلْمِكَ بِعَاقِبَةِ الْاُمُوْرِ "

"تو میں مطمئن ہوکر تجھ کو پکارنے لگا اور انس و رغبت کے ساتھ بلا خوف و خطر اور ہیبت کے تجھ سے سوال کرتا ہوں جس کا بھی میں نے تیری جانب ارادہ کیا ہے اگر تو نے میری حاجت کے پورا کرنے میں دیر کی تو میں نے جہالت سے عتاب کیا اور شاید کہ جس کی تاخیر کی ہے وہ میرے لئے بہتر ہو کیونکہ تو امور کے انجام کا جاننے والا ہے"

کبھی خداوند عالم بندے کی دعا قبول کرنے میں اس لئے تاخیر کرتا ہے تا کہ وہ مسلسل اللہ کے سامنے گریہ وزاری کرتا رہے کیونکہ خداوند عالم اپنے سامنے بندے کے گریہ وزاری کرنے کو پسند کرتا ہے، حدیث قدسی میں آیا ہے:

" یاموسیٰ انی لست بغافل عن خلقی ولکن احّ ان تسمع ملا ئکتی ضجیج الدعاء من عبادی" [1]

"اے موسیٰ میں اپنی مخلوق سے غافل نہیں ہوں لیکن میں یہ دوست رکھتا ہوں کہ میرے ملائکہ میرے بندوں کی گڑگڑا کر دعا کرنے کی آواز کو سنتے رہیں"

امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے:

" ان العبد لیدعو فیقول اللہ عزّ وجل للملکین قد استجبت له، ولکن احسبوه بحاجته فانی

---

[1] عدۃ الداعی

احبّ ان اسمع صوته وانّ العبد ليدعوفيقول الله تبارك و تعالىٰ:عجّلوا له حاجته فانى ابغض صوته" [1]

"انسان دعا کرتا ہے تو خدادوفرشتوں سے کہتا ہے کہ میں نے اس کی دعا قبول کرلی لیکن ابھی اس کی حاجت پوری مت کرو کیونکہ میں اس کی آواز سنتا ہوں تو وہ مجھے اچھی لگتی ہے اور کبھی کوئی انسان دعا کرتا ہے تو خدا کہتا ہے کہ اس کی مراد جلدی پوری کرو کیونکہ مجھے اس کی آواز اچھی نہیں لگتی ہے"

اگر دعا کی قبولیت بندے کے حق میں مضر ہوتی ہے تو خداوندعالم مطلق طور پر اس کی دعا کو لغو نہیں قرار دیتا بلکہ اس کو بندے کے گناہوں کے کفارہ میں بدل دیتا ہے، اس کی بخشش کرتا ہے یا کچھ وقفہ کے بعد اس کو دنیا میں جلد ہی رزق عطا کرتا رہتا ہے یا جنت میں اس کے درجات بلند کردیتا ہے۔

اور ہم مذکورہ دونوں حالتوں، تبدیل اور تاخیر کے متعلق رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور امیر المومنین علیہ السلام سے مروی تین حدیثیں ذیل میں نقل کررہے ہیں۔

دعا کی قبولیت میں تاخیر یا تبدیلی

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مروی ہے:

"مامن مسلم دعاالله سبحانه دعوة ليس فيهاقطيعة رحم ولااثم، الّااعطاه الله احدىٰ خصال ثلا ثة:امّاان يُعجّل دعوته، واماان يؤخّرله، وامّاان يدفع عنه من السوء مثلها "قالوا:يارسول الله،اذن نُكثِر۔ قال:"اكثروا"۔ [2]

"جومسلمان بھی خداوندعالم سے ایسی دعا مانگتا ہے جس میں رشتہ داروں سے رابطہ ختم کرنے یا کسی گناہ کا مطالبہ نہیں ہوتا تو خداوندعالم اس کو تین صفات میں سے کوئی ایک صفت عطا کردیتا ہے یا اس کی دعا جلد قبول کرلیتا ہے یا تاخیر سے قبول کرتا ہے یا اس سے کوئی بلا دور کردیتا ہے لوگوں نے عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پھر تو ہم بہت زیادہ دعا کریں گے۔

آپ نے فرمایا: ہاں بہت زیادہ دعا کیا کرو۔

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مروی ہے:

"الدعاء مخ العبادة، ومامن مؤمن يدعوالله الّااستجاب له، اِمّاأن يعجّل له فى الدنيا، اويؤجّل له فى الآخرة، و اما ان يُكفّر من ذنوبه بقدر مادعا مالم يدع بمأثم "[3]

---

[1] وسائل الشیعہ کتاب الصلوۃ ابواب الدعاباب ۲۱ حدیث ۳۔

[2] وسائل الشیعہ جلد ۴ صفحہ ۱۰۸۶ حدیث ۸۶۱۷۔

[3] وسائل الشیعہ کتاب الصلاۃ، ابواب الدعاباب ۱۵۔ جلد ۴ صفحہ ۱۰۸۶ حدیث ۸۶۱۸۔

"دعا عبادت کی روح وجان ہے اور کوئی ایسا مومن نہیں ہے جسکی دعا اللہ قبول نہ کرتا ہو یا تو اس دعا کو دنیا میں جلدی قبول کر لیتا ہے یا اس کے مستجاب ہونے میں آخرت تک تاخیر کر دیتا ہے یا جتنی وہ دعا کرتا ہے خدا اس کو اس بندے کے گناہوں کا کفارہ قرار دیتا ہے"

حضرت امیر المومنین علیہ السلام نے اپنے فرزند امام حسن کو وصیت کرتے ہوئے فرمایا:

"فَلاَیُقَنِّطَنَّکَ اِبْطَاءُ اِجَابَتِهِ فَاِنَّ الْعَطِیَّةَ عَلٰی قَدْرِ النِّیَّةِ وَرُبَمَا اُخِّرَتْ عَنْکَ الاِجَابَةُ لِیَکُوْنَ ذٰلِکَ اَعْظَمَ لِاَجْرِ السَّائِلِ وَاجْزَلَ لِعَطَاءِ الآمِلِ وَرُبَمَاسَاَلْتَ الشَّیْءَ فَلَاتُؤتَاهُ وَاُوْتِیتَ خَیْراً مِنْهُ عَاجِلاً اَوْآجلاً اوْصُرِفَ عَنْکَ لِمَاهُوَخَیْرٌلَکَ فَلَرُبَّ اَمْرٍ قَدْ طَلَبْتَهُ فِیْهِ هَلَاکُ دِیْنِکَ لَوْ اُوْتِیْتَهُ فَلْتَکُنْ مَسْاَلتُکَ فِیْمَایَبْقٰی لَکَ جَمَالُهُ وَیَنْفِیْ عَنْکَ وَبَالُهُ وَالْمَالُ لَایَبْقٰی لَکَ وَلَاتَبْقٰی لَهُ۔" [1]

"ہاں بعض اوقات قبولیت میں دیر ہو تو، اس سے ناامید نہ ہو اس لئے کہ عطیہ نیت کے مطابق ہوتا ہے اور اکثر قبولیت میں اس لئے دیر کی جاتی ہے کہ سائل کے اجر میں اور اضافہ ہو اور امیدوار کو عطیے اور زیادہ ملیں اور کبھی یہ بھی ہوتا ہے کہ تم ایک چیز مانگتے ہو اور وہ حاصل نہیں ہوتی مگر دنیا یا آخرت میں اس سے بہتر چیز تمھیں مل جاتی ہے یا تمہارے کسی مفاد کے پیش نظر تمھیں اس سے محروم کر دیا جاتا ہے اس لئے کہ تم کبھی ایسی چیزیں بھی طلب کر لیتے ہو کہ اگر تمھیں دیدی جائیں، تو تمہارا دین تباہ ہو جائے لہٰذا تمھیں بس وہ چیزیں طلب کرنا چاہئے جس کا جمال پائیدار ہو اور جسکا وبال تمہارے سر نہ پڑنے والا ہو رہا دنیا کا مال، تو یہ نہ تمہارے لئے رہے گا اور نہ تم اس کے لئے رہو گے"

ہم ان تینوں روایات کو جمع کرنے کے بعد دعا مستجاب ہونے کی پانچ حالتوں کا مشاہدہ کرتے ہیں:

۱۔(عجلت) خداوند عالم کی بارگاہ میں بندے کی دعا کا جلدی مستجاب ہونا

۲۔(مدت) جس حاجت کے لئے بندے نے اللہ سے دعا کی ہے اس کو مستجاب کرنے میں وقت لگانا۔

۳۔(عوض)(تبدیلی) دعا کو تبدیل کر کے مستجاب کرنا اس کا مطلب یہ ہے کہ دعا کرنے والے سے اس دعا کے بدلہ برائیوں کو دور کرتا ہے جس کے قبول ہونے میں فی الحال کوئی مصلحت نہیں ہوتی ہے۔

۴۔جس دعا کو قبول کرنے میں کوئی مصلحت نہ ہو اللہ اس کے بدلے دعا کرنے والے کو آخرت میں بلند درجات عطا کرتا ہے۔

امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے:

"والله مصيّر دعاء المؤمنين يوم القيامة لهم عملا يزيدهم في الجنة۔" [2]

---

[1] نہج البلاغہ قسم الرسائل والکتب، الکتاب۔۳۱۔

[2] وسائل الشیعہ جلد ۴۔۱۰۸۶، حدیث۔۸۶۱۵۔

"خداوند عالم بروز قیامت مومنین کی دعا کو ان کے حق میں ایسے عمل میں بدل دیگا جس سے جنت میں ان کا مرتبہ بلند ہوتا رہےگا"

دوسری حدیث میں امام محمد باقر علیہ السلام فرماتے ہیں:

"واللہ مااخّر اللہ عزّوجلّ عن المؤمنین مایطلبون من ھٰذہ الدنیاخیرلھم عمّاعجّل لھم منھا"۔[۱]

"خدا کی قسم مومنین جو کچھ اس دنیا میں خدا سے طلب کرتے ہیں اُس میں اِس دنیا میں عطا کردینے سے ان کے لئے تاخیر کرنا بہتر ہے"

۵۔(تبدیل) جب دعا کو قبول کرنا بندے کی مصلحت کے خلاف ہوتا ہے تو خداوند عالم اس کی دعا مستجاب کرتے وقت اس کی دعا کو اس کے گناہوں اور برائیوں کا کفارہ قرار دیتا ہے[۲]۔

اور کبھی کبھی ان کو تبدیل نہ کرنا اور مدّت معین کرنا دو حالتوں میں دعا مستجاب ہونے میں وقت درکار ہونا اور اس کو معین قرار دینے کے وقت دعا کرنے والے کی مصلحت کے لئے ہوتا ہے۔کبھی کبھی یہ نظام کی مصلحت کے لئے ہوتا ہے جو سائل اور دوسرے افراد کو بھی شامل ہوتا ہے دعا مستجاب ہونے یا جلدی دعا مستجاب ہوجانے سے نظام میں خلل واقع ہوتا ہے جس کو اللہ نے خاص انسان یا عام دنیا کے لئے معین فرمایا ہے۔

جب دعا عمل میں تبدیل ہوجاتی ہے

دعا اور عمل دونوں الگ الگ مقولہ ہیں اور ان میں سے ہر ایک رحمت کے نازل ہونے کا سبب ہے بیشک عمل سے الٰہی کی رحمت اسی طرح نازل ہوتی ہے جس طرح دعا سے اللہ کی رحمت نازل ہوتی ہے خداوند عالم فرماتا ہے:

"وَقُلِ اعْمَلُوا فَسَيَرَى اللهُ عَمَلَكُمْ وَرَسُولُهُ"[۳]

"اور پیغمبر کہہ دیجئے کہ تم لوگ عمل کرتے رہو کہ تمہارے عمل کو اللہ، رسول اور صاحبان ایمان دیکھ رہے ہیں"

"فَمَنْ يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَرَهُ"[۴]

"پھر جس شخص نے ذرہ برابر نیکی کی ہے وہ اسے دیکھے گا"

---

[۱] قرب الاسناد صفحہ ۱۷۱۔اصول کافی صفحہ ۵۲۶۔

[۲] ان پانچوں باتوں میں سے آخری تین باتیں صرف بندے کی دعا کو ملغیٰ قرار دینے سے مخصوص ہیں خداوند عالم اپنے بندے کی دعا قبول کرنے کے ساتھ ساتھ اس کی دعا کو اس کے گناہوں کا کفارہ قرار دیتا ہے اس سے برائیاں دور کر دیتا ہے اور آخرت میں بلند درجات عطا کرتا ہے۔

[۳] سورۂ توبہ آیت ۱۰۵۔

[۴] سورۂ الزلزلہ آیت ۔۷۔

اسی طرح دعا رحمت کی کنجی ہے:

"اُدْعُوْنِیْٓ اَسْتَجِبْ لَکُمْ "[1]

لیکن ایسا نہیں ہے کہ انسان جو کچھ سوال کرے وہ اس دنیا کے عام نظام میں ممکن بھی ہو، بلکہ کبھی کبھی انسان اللہ سے ایسی دعا کرتا ہے جو اس دنیا کے عام نظام (قضاوقدر) میں ممکن نہیں ہوتی لہٰذا اس کی دعا مستجاب نہیں ہوتی۔

کبھی کبھی دعا کے مستجاب ہونے یا دعا کے جلدی مستجاب ہونے میں صاحب دعا کے لئے کوئی مصلحت نہیں ہوتی، تو انسان دعا میں اتنی جدوجہد وکوشش کیوں کرتا ہے؟

جواب: بیشک دعا بذات خود عمل اور عبادت میں تبدیل ہوجاتی ہے جس سے اللہ کی رحمت نازل ہوتی ہے۔

لہٰذا (قضاوقدر) مصلحت دعا کے موانع میں سے نہیں ہیں۔ بیشک اللہ تبارک وتعالیٰ اگر چہ اپنے بندے کی دعا قبول نہیں کرتا ہے بلکہ بندے کی دعا تو خود اسی کے عمل اور عبادت پر موقوف ہے اور اسی کے مطابق اس کو دنیا اور آخرت میں جزا یا سزا دی جائیگی۔

اسلامی روایات میں اس دقیق معنی کی طرف اشارہ کیا گیا ہے کہ دعا عمل میں تبدیل ہوجاتی ہے۔

حماد بن عیسیٰ نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے نقل کیا ہے:

"سمعته یقول: ادع، ولا تقل قد فرغ من الامر [2] فان الدعاء هو العبادة" [3]

میں نے آپ کو یہ فرماتے سنا ہے: دعا کرو اور یہ نہ کہو کہ خدا کا حکم تمام ہوگیا ہے بیشک دعا عبادت ہے

"یعنی یہ امر اللہ کے قضاوقدر میں ہے اور دعا کے ذریعہ اسکو آگے پیچھے کردینا ممکن نہیں ہے۔

اور دوسری حدیث میں امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے:

"ادعه، ولا تقل قد فرغ من الأمر، فانّ الدعاء هو العبادة انّ الله عزّوجلّ یقول: "اِنَّ الَّذِیْنَ یَسْتَکْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِیْ سَیَدْخُلُوْنَ جَهَنَّمَ دَاخِرِیْ{FR124 [4]}ن

"خدا کو پکارو یہ نہ کہو کہ خدا کا امر (حکم) تمام ہوگیا ہے بیشک دعا عبادت ہے خداوند عالم فرماتا ہے:

"اِنَّ الَّذِیْنَ یَسْتَکْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِیْ سَیَدْخُلُوْنَ جَهَنَّمَ دَاخِرِیْنَ"

---

[1] سورۂ مومن آیت ۶۰۔

[2] یعنی یہ امر خداوند عالم کے قضاء وقدر میں ہے جس سے تجاوز کرنا ممکن نہیں ہے اور دعا کے ذریعہ اس کو تبدیل نہیں کیا جاسکتا ہے"

[3] وسائل الشیعہ صفحہ ۹۲۔ حدیث ۸۶۴۳، اصول کافی صفحہ ۵۱۶)

[4] وسائل الشیعہ ۴:۱۰۹۲ حدیث ۸۶۴۰، اصول کافی: فروع کافی جلد ۱ سطر ۹۴۔(۱) اس رابطہ کے ضروری ہونے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ اللہ پر یہ امر واجب ہوگیا ہے بلکہ خود قرآن کریم اس یقینی اور ضروری رابطہ پر اس طرح زور دیتا ہے:

اس نے اپنے اوپر رحمت لکھ لی ہے:

"فَقُلْ سَلَامٌ عَلَیْکُمْ کَتَبَ رَبُّکُمْ عَلٰی نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ"(سورۂ انعام آیت۔ ۵۴)

"اور یقینا جولوگ میری عبادت سے اکڑتے ہیں وہ عنقریب ذلت کے ساتھ جہنم میں داخل ہوں گے"

دعا کی قبولیت اور دعا کے درمیان رابطہ

ہم یہ بیان کر چکے ہیں کہ مطلق طور پر پہلی قسم کے موانع خداوند عالم کی کبریائی کے شایان شان نہیں ہیں لیکن دوسری قسم کے موانع حقیقی ہیں اور بندوں کی زندگی اور دعاؤں میں پائے جاتے ہیں اسی لئے کبھی کبھی خداوند عالم دعا مستجاب کرنے میں مدت معین کر دیتا ہے اور کبھی مستجاب کر کے اس کو دوسری چیز سے بدل دیتا ہے۔

اوران دونوں حالتوں (حالت تاخیر اور حالت تبدیل) کے علاوہ دعا کا مستجاب ہونا ضروری ہے اس کا منبع قطعی فطری حکم ہے اور یہ اس وقت ہوتا ہے جب سائل، مسئول (جس سے سوال کیا جا رہا ہے) کا محتاج ہوتا ہے اور مسئول سائل کی حاجت قبول کرنے پر قادر ہوتا ہے اور اپنی مخلوق کے ساتھ بخل سے کام نہیں لیتا ہے۔[۱]

1۔ "اَمَّنۡ یُّجِیۡبُ الۡمُضۡطَرَّ اِذَا دَعَاہُ وَیَکۡشِفُ السُّوۡٓءَ"[۲]

"بھلا وہ کون ہے جو مضطر کی فریاد کو سنتا ہے جب وہ اس کو آواز دیتا ہے اور اس کی مصیبت کو دور کر دیتا ہے"

لہٰذا جو شخص مجبور ہو اور اپنی بلا دور ہونے کے سلسلہ میں دعا کے قبول ہونے کا شدید محتاج ہو اس کو فقط دعا کرنے کی ضرورت ہوتی ہے جب وہ خداوند عالم کو پکارتا ہے تو خداوند عالم اس کی دعا قبول کر کے اس سے بلا کو دور فرما دیتا ہے۔

جب وہ خدا سے دعا کرتا ہے تو خدا اس کی دعا مستجاب کرتا ہے اور اس کے لئے برائیوں کو واضح کر دیتا ہے۔

2۔ :"وَقَالَ رَبُّکُمُ ادۡعُوۡنِیۡۤ اَسۡتَجِبۡ لَکُمۡ اِنَّ الَّذِیۡنَ یَسۡتَکۡبِرُوۡنَ عَنۡ عِبَادَتِیۡ سَیَدۡخُلُوۡنَ جَہَنَّمَ دَاخِرِیۡنَ"[۳]

"اور تمہارے پروردگار کا ارشاد ہے کہ مجھ سے دعا کرو میں قبول کرونگا اور یقینا جولوگ میری عبادت سے اکڑتے ہیں وہ عنقریب ذلت کے ساتھ جہنم میں داخل ہوں گے"

"پس ان سے سلام علیکم کہئے تمہارے پروردگار نے اپنے اوپر رحمت لازم قرار دے لی ہے"

یہ آیت کریمہ دعا اور استجابت دعا کے درمیان رابطہ کو صاف طور پر واضح کر رہی ہے:

"اُدۡعُوۡنِیۡۤ اَسۡتَجِبۡ لَکُمۡ"[۴]

"مجھ سے دعا کرو میں قبول کرونگا"

---

[۱] سورۂ نمل آیت ۶۲۔

[۲] سورۂ مومن آیت ۶۰۔

[۳] سورۂ مومن آیت۔۶۰۔

[۴] سورۂ مومن آیت۔۶۰۔

"وَاُجِیْبُ دَعْوَۃَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ"۔[1]

"پکارنے والے کی آواز سنتا ہوں جب بھی پکارتا ہے"

ان آیات میں دعا اور اس کے مستجاب ہونے کا رابطہ صاف اور واضح ہے، اور اس میں کوئی شک وشبہہ ہی نہیں ہے کہ خداوند عالم ہر دعا کو قبول کرتا ہے لیکن اگر دعا قبول کرنا بندہ کے حق میں مضر ہو یا اس عام نظام کے خلاف ہو جس کا بندہ خود جزء شمار ہوتا ہے، اور ان آیات میں دعا کے مستجاب ہونے کی کوئی شرط نہیں ہے اور نہ ہی کسی چیز پر معلّق ہے۔

جن شرطوں کو ہم عنقریب بیان کریں گے وہ حقیقت میں دعا کے محقق ہونے کے لئے ضروری ہوتی ہیں یا بذات خود دعا کرنے والے کی مصلحت کے لئے ہوتے ہیں اور اگر یہ دونوں نہ ہوں تو پھر یا تو دعا کا اثر کم ہو جاتا ہے یا ختم ہو جاتا ہے۔

معلوم ہوا کہ دعا اور استجابت کے درمیان ایسا رابطہ ہے جس کے بدلنے کا کوئی امکان ہی نہیں ہے اور ایسا مطلق تعلق ہے جو کسی سے متعلق نہیں ہوتا مگر کوئی ایسی شرط ہو جس کی تاکید کی گئی ہو یا وہ دعا کی حالت کا اثبات کرتی ہو جیسے خداوند عالم فرماتا ہے:

اِذَا دَعَاہُ وَیَکْشِفُ السُّوْءَ۔[2]

"جب وہ اس کو آواز دیتا ہے تو وہ اس کی مصیبت کو دور کر دیتا ہے"

شریعت اسلامیہ میں احادیث نبی اور احادیث اہل بیت علیہم السلام میں دعا اور دعا کے مستجاب ہونے کے درمیان اس رابطہ پر زور دیا گیا ہے۔ حدیث قدسی میں آیا ہے:

"یاعیسیٰ إنی اسمع السامعین استجیب للداعین اذا دعونی"۔[3]

"اے عیسیٰ میں اسمع السامعین (سننے والوں میں سب سے زیادہ سننے والا) ہوں دعا کرنے والے جب دعا کرتے ہیں تو میں ان کی دعا مستجاب کرتا ہوں"

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مروی ہے:

"مامن عبد یسلك وادیاً فیبسط کفّیه فیذ کر الله ویدعو الّا ملأالله ذلك الوادی حسنات فلیعظم ذلك الوادی اولیصغر"۔[4]

"جو بندہ بھی کسی وادی کو طے کرتا ہے اور دونوں ہاتھوں کو پھیلا کر خداوند عالم کو یاد کرتا ہے اور دعا کرتا ہے تو خداوند عالم اس وادی کو نیکیوں سے بھر دیتا ہے چاہے وہ وادی بڑی ہو یا چھوٹی"

---

[1] سورۂ بقرہ آیت ۱۸۶۔

[2] سورۂ نمل آیت ۶۲۔

[3] اصول کافی۔

[4] ثواب الاعمال صفحہ ۱۳۷۔

اور امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے:

"لو انّ عبداً أسدّ فاهُ لم یسأل لم یعط شیئاً فسل تعط"[1]

"اگر بندہ اپنا منھ بند رکھے اور وہ خدا سے سوال نہ کرے تو اس کو کچھ عطا نہیں کیا جائیگا، لہٰذا سوال کرو خدا عطا کرے گا"

"میسر بن عبد العزیز نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے نقل کیا ہے:

"یامیسر إنّہ لیس من باب یُقرع إلّا یُوشك انْ یُفتح لصاحبہ"[2]

"اے میسر! اگر کسی دروازے کو کھٹکھٹایا جائے تو وہ عنقریب کھٹکھٹانے والے کے لئے کھل جاتا ہے۔

حضرت امیر المومنین علیہ السلام کا فرمان ہے:

"متیٰ تُکثر قرع الباب یفتح لك"[3]

"جب دروازہ پہ زیادہ دستک دی جائیگی تو کھل جائیگا"

حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی علیہ السلام سے فرمایا:

"یاعلی أُوصیك بالدعاء فانّ معہ الاجابة"[4]

"اے علی میں تم کو دعا کرنے کی سفارش کرتا ہوں بیشک اگر دعا کی جائے تو ضرور مستجاب ہوگی"

امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے:

"اذا أُلهم احدکم الدعاء عند البلاء فاعلموا انّ البلاء قصیر"[5]

"جب تم میں سے کسی کو مصیبت کے وقت دعا کرنے کا الہام ہو جائے تو جان لو کہ مصیبت چھوٹی ہے"

امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے:

"لا واللہ لا یلحّ عبدٌ علیٰ اللہ عزّ وجلّ الّا استجاب اللہ لہ"[6]

"خدا کی قسم بندہ خداوند عالم کی بارگاہ میں نہیں گڑگڑاتا مگر یہ کہ خدا اسکی دعا مستجاب کرتا ہے"

اسلامی روایات میں دعا اور دعا کی مقبولیت کے درمیان رابطہ کے یقینی اور مطلق ہونے پر زور دیا گیا ہے اور یہ واضح ہے کہ جب بندہ خداوند عالم سے دعا کرتا ہے تو خدا کو اسکی دعا رد کرنے سے حیا آتی ہے۔

---

[1] وسائل الشیعہ جلد ۴ صفحہ ۱۰۸۴، حدیث ۸۶۰۶۔

[2] وسائل الشیعہ ۴: صفحہ ۱۰۸۵ ح ۸۶۱۱۔

[3] وسائل الشیعہ ۴: صفحہ ۱۰۸۵ ح ۸۶۱۳۔

[4] وسائل الشیعہ کتاب الصلاۃ ابواب الدعا باب ۲ حدیث ۱۸۔

[5] وسائل الشیعہ جلد ۴ ص ۱۰۸۷ حدیث ۸۶۲۴۔

[6] اصول کافی کتاب الدعا باب الالحاح فی الدعاء حدیث ۵۔

حدیث قدسی میں آیا ہے:

"ما انصفنی عبدی، یدعونی فاستحیی انْ اردّه، ویعصینی ولا یستحیی منی" [۱]

"میرے بندے نے میرے ساتھ انصاف نہیں کیا چونکہ جب وہ مجھ سے دعا کرتا ہے تو مجھے اسکی دعا رد کرنے میں حیا آتی ہے لیکن جب وہ میری معصیت کرتا ہے تو مجھ سے کوئی حیا نہیں کرتا"

امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے:

"ما ابرز عبد یده الی الله العزیز الجبار الّا استحییٰ الله عزّوجلّ أنْ یردّها" [۲]

"بندہ خداوند عالم کی بارگاہ میں ہاتھوں کو بلند کرتا ہے تو خدا کو اسکی دعا رد کرنے سے حیا آتی ہے"

حدیث قدسی میں آیا ہے:

"من احدث وَتوضأوصلیٰ ودعانی فلم أُجبه فیما یسأل عن امردینه ودنیاه فقدجفوته ولست بربٍّ جافٍ" [۳]

"جس شخص سے حدث صادر ہوا اور وہ وضو کر کے نماز پڑھے پھر مجھ سے دعا مانگے لیکن میں اس کی دینی اور دنیاوی حاجت پوری نہ کروں تو میں نے اس پر جفا کی جبکہ میں جفا کرنے والا پروردگار نہیں ہوں"

امیر المومنین علیہ السلام سے مروی ہے:

"ما کان الله لیفتح باب الدعاء، ویغلق علیه باب الاجابة" [۴]

"ایسا نہیں ہے کہ خداوند عالم بندہ پر باب دعا تو کھول دے اور اس پر باب اجابت کو بند رکھے"

اور امیر المومنین علیہ السلام سے ہی مروی ہے:

"من أُعطی الدعاء لم یُحرم الاجابة" [۵]

"جس کو دعا عطا کی گئی اسکو دعا کے مستجاب ہونے سے محروم نہیں کیا گیا"

آخری دو روایتوں میں اہم اور بلند درجہ کی طرف متوجہ کیا گیا ہے بیشک اللہ تعالیٰ کریم اور وفی ہے جب اس نے دعا کا دروازہ کھول دیا تو یہ ممکن ہی نہیں کہ وہ دعا مستجاب ہونے کے دروازہ کو بند کردے۔ جب خداوند عالم نے بندہ کو دعا کرنے کی توفیق عطا کردی

---

[۱] ارشاد القلوب للدیلمی۔

[۲] عدۃ الدوامی وسائل الشیعہ کتاب الصلاۃ ابواب الدعا باب ۴ حدیث ۱

[۳] ارشاد القلوب للدیلمی۔

[۴] وسائل الشیعہ کتاب الصلاۃ ابواب الدعا باب ۲ حدیث ۱۱۲ اور ۴: ۱۰۸۷۔ حدیث ۸۶۲۲

[۵] وسائل الشیعہ کتاب الصلاۃ ابواب الدعا باب ۲ اور ۴ صفحہ ۱۰۸۶۔ حدیث ۸۶۲۲

تو یہ ممکن ہی نہیں کہ وہ اس کی دعا مستجاب نہ کرے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مروی ہے:

"مافُتح لأحد باب دعاء الّا فتح الله له فيه باب اجابة، فاذا فُتح لأحد كم باب دعاء فليجهد فانّ الله لا يمل"۔ [1]

"خداوند عالم نے کسی کے لئے دعا کا دروازہ نہیں کھولا ہے مگر یہ کہ اسکے لئے اسکی دعا کے قبول ہونے کا دروازہ بھی کھول دیا ہے۔ جب تم میں سے کسی ایک کے لئے باب اجابت کھل جائے تو اسکو کوشش کرنا چاہئے بیشک خدا کسی کو ملول نہیں کرتا"

یہ اللہ کی رحمت نازل ہونے کی تیسری منزل ہے۔

اللهم سمعنا وشهدنا وآمنّا

"خدایا ہم نے سنا اور گواہی دی اور ایمان لائے"

رحمت نازل ہونے کی تین منزلیں

جناب ہاجرہ اور اسمعیل علیہما السلام اور ابو الانبیاء حضرت ابراہیم علیہ السلام کے قصہ میں ہم تینوں منزلوں کا یکجا طور پر مشاہدہ کر سکتے ہیں:

۱۔ فقر وحاجت

۲۔ دعا اور سوال

۳۔ سعی اور کوشش

جب ابو الانبیاء حضرت ابراہیم علیہ السلام کو خداوند عالم نے ان کی زوجہ جناب ہاجرہ کے ساتھ بے آب وگیاہ وادی (چٹیل میدان) میں بھیجا اور انھوں نے وہاں ہاجرہ کے ساتھ ان کے فرزند شیر خوار جناب اسمعیل کو چھوڑا تو یہ دعا کی:

"رَبَّنَا إِنِّي أَسْكَنتُ مِن ذُرِّيَّتِي بِوَادٍ غَيْرِ ذِي زَرْعٍ عِندَ بَيْتِكَ الْمُحَرَّمِ رَبَّنَا لِيُقِيمُوا الصَّلَاةَ فَاجْعَلْ أَفْئِدَةً مِّنَ النَّاسِ تَهْوِي إِلَيْهِمْ وَارْزُقْهُم مِّنَ الثَّمَرَاتِ لَعَلَّهُمْ يَشْكُرُونَ"۔ [2]

"پروردگار میں نے اپنی ذریت میں سے بعض کو تیرے محترم مکان کے قریب بے آب وگیاہ وادی میں چھوڑ دیا ہے تا کہ نماز یں قائم کریں اب تو لوگوں کے دلوں کو ان کی طرف موڑ دے اور انھیں پھلوں کا رزق عطا فرما تا کہ وہ تیرے شکر گزار بندے بن جائیں"

۱۔

[1] وسائل الشیعہ جلد ۴، ۱۰۸۷ حدیث ۸۶۱۴

[2] سورۂ ابراہیم آیت۔ ۳۷۔

اس کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام خداوند قدوس کے حکم کی تعمیل کے لئے گئے۔ جناب ہاجرہ اور طفل شیر خوار کو اس بے آب و گیاہ وادی میں چھوڑ دیا اور ان کے پاس پانی کا ذخیرہ ختم ہوگیا، بچہ پر پیاس کا غلبہ ہوا، جناب ہاجرہ نے چاروں طرف پانی ڈھونڈھا لیکن پانی کا کوئی نام ونشان نہ ملا، بچہ چیخنے، چلانے اور ہاتھ پیر مارنے لگا۔ آپ کی والدہ ادھر ادھر دوڑ لگانے لگیں، کبھی صفا پہاڑی پر جاتیں اور دور دراز تک پانی دیکھتیں اسکے بعد نیچے اتر آتیں اور دوڑتی ہوئیں مروہ پہاڑی پر پانی کی تلاش میں جاتیں، اور خداوند عالم سے اپنے اور بچہ کے لئے اس بے آب وگیاہ وادی میں پانی کا سوال کرتیں اور بچہ بیت حرام کے نزدیک چیختا چلاتا اور ہاتھ پیر مار رہا تھا۔

اللہ نے بچہ کے قدموں کے نیچے پانی کا چشمہ جاری کیا، ماں پانی کی طرف دوڑی تاکہ اپنے شیر خوار بچہ کو سیراب کر سکے اور پانی کو ضائع ہونے سے بچا سکے لہٰذا انھوں نے پانی سے کہازم زم یعنی ٹھہر ٹھہر کہ وہ اس کے لئے ایک حوض بنا رہی تھیں۔

یہ عجیب وغریب منظر رحمت کے نازل ہونے کا سبب بنا، خداوند عالم نے بے آب وگیاہ وادی میں چشمہ زم زم جاری کیا اور اسکو اس مبارک زمین پر متعدد برکتوں کا مصدر قرار دیا۔

خداوند عالم نے اس عمل کو اعمال حج کا جزء قرار دیا اور اسکو سب سے اشرف فرائض میں قرار دیا۔

اس منظر کا کیا راز ہے؟ اور اسکو اصل دین میں داخل کرنے اور حج کے احکام میں ثبت کرنے کا اتنا اہتمام کیوں کیا گیا؟ وہ موثر اور طاقت ورسبب کیا ہے جسکی وجہ سے خداوند عالم نے اس منظر کی قوت سے رحمت نازل کی اور تاریخ میں آنے والے تمام موحدوں کے لئے بہت زیادہ برکتوں کا مبدأ قرار دیا؟

پس اس منظر میں ایک خاص راز ہے جس کے لئے اس بے آب وگیاہ وادی میں اللہ کی رحمت نازل ہونے کی استدعا کی گئی ہے، اس رحمت کے ہمیشہ باقی رہنے کی استدعا کی گئی ہے، اس کو متعدد برکتوں کے لئے مصدر اور مبدأ قرار دیا گیا ہے اور یہ استدعا کی گئی ہے کہ خداوند عالم اس کو اپنے بیت حرام کے نزدیک موحدین کی آنے والی نسلوں کے لئے اسی طرح قائم ودائم رکھے۔

ہمارا (مؤلف) عقیدہ ہے کہ (خداوند عالم اس منظر کے تمام اسرار کو جانتا ہے) ایسے منظر شاذ ونادر ہی ہوتے ہیں جن میں اللہ کی رحمت نازل ہونے کے تینوں پہلو جمع ہوجاتے ہیں اور ہر ایک سے رحمت نازل ہوتی ہے۔

پہلی منزل: حاجت وضرورت ہے جو یہاں پر پیاس ہے جو شیر خوار بچہ کے لئے نقصان دہ تھی اور حاجت وضرورت کا اللہ کی بارگاہ میں پیش کرنا اللہ کی رحمت نازل ہونے کا ایک پہلو ہے۔

جب ضرورت صاحب ضرورت کے لئے زیادہ نقصان دہ ہوگی تو وہ اللہ کی رحمت سے زیادہ قریب ہوگا۔ اسی لئے ہم یہ مشاہدہ کرتے ہیں کہ جب شیر خوار بچوں کے لئے دکھ درد، یا بھوک یا پیاس یا سردی یا گرمی بہت زیادہ مضر ہوجاتی ہے جسکو وہ برداشت نہیں کر سکتے تو وہ ان بزرگوں کے ذریعہ جو ان تمام چیزوں کو برداشت کر سکتے ہیں اللہ کی رحمت سے قریب ہوجاتے ہیں۔ چونکہ دوسروں کے مقابلہ میں ان کے لئے اس حاجت کا نقصان زیادہ ہے۔

معلوم ہوا کہ حاجت ان کے غیروں کے علاوہ خود ان کے لئے بہت زیادہ مضر ہے۔

دعامیں وارد ہوا ہے:"اَللّٰھُمَّ اَعْطِنِیْ لِفَقْرِیْ" صرف اللہ کی بارگاہ میں اپنی حاجت پیش کرنے سے اللہ کی رحمت نازل ہوتی ہے اور جب بھی اللہ کی بارگاہ میں پیش ہونے والی حاجت جتنی عظیم ہوگی اتنا ہی وہ اللہ کی رحمت کے نزول کا باعث ہوگی۔

بیشک اللہ کی بارگاہ میں اپنی حاجت پیش کرنا انسان کو اللہ کی رحمت سے قریب کر دیتا ہے چاہے انسان اللہ کی بارگاہ میں اپنی حاجت سے باخبر ہوکر پیش کرے یا نہ کرے اگر انسان اپنی حاجتوں سے باخبر ہوکران کو اللہ کی بارگاہ میں پیش کرتا ہے تو اللہ کی رحمت نازل کرانے میں اسکی قدروقیمت بڑھ جاتی ہے۔جس کو ہم بیان کر چکے ہیں۔

لیکن اس میں یہ شرط پائی جاتی ہے کہ انسان اپنی حاجت میں تحریف نہ کرے یعنی انسان یہ تصور کرے کہ اسکو مال کی ضرورت ہے یا حطام دنیا (دنیوی چیزیں) کی ضرورت ہے لہٰذا بندگان خدا کی طرف حاجت پیش نہ کرے۔

نیز یہ شرط بھی ہے کہ انسان اپنی ضرورت کو اس کی جگہ سے نہ ہٹائے اور یہ تصور نہ کرنے لگے کہ یہ دولت یا سرمایۂ دنیا کی ضرورت خداوندعالم کے کچھ بندوں کی ضرورت کی بنا پر ہے اس کے بجائے کہ وہ فقر کو خداوندعالم کی طرف نیازمندی پر حمل کرے۔

اِس حاجت اور اُس حاجت میں فرق ہے۔جس حاجت سے اللہ کی رحمت نازل ہوتی ہے وہ اللہ کی بارگاہ میں حاجت پیش کرنا ہے اور جب انسان اس ضرورت کو اللہ کی بارگاہ میں پیش کرنے کے بجائے اللہ کے بندوں کی خدمت میں پیش کرتا ہے تو اسکے ذریعہ اللہ کی رحمت نازل ہونے کی قدروقیمت ختم ہوجاتی ہے اور لوگوں کی اکثر حاجتیں اسی قسم کی ہیں۔

اس منظر میں بچہ کا پیاس کی شدت سے چیخنا چلانا گریہ وزاری کرنا اللہ کی رحمت نازل کرنے میں بڑا موثر ہے۔

خداوندعالم کی طرف نیازمندی کے مناظر میں خداوندعالم کی رحمت کا سبب بننے والا اثر اور رقت آور منظر اس بچہ کے منظر سے زیادہ نہیں جو پیاس سے جھلس رہا ہو اور اس کی ماں کو اس کیلئے پانی نہ مل رہا ہو۔

اللہ کی رحمت کا اس منظر میں دوسرا پہلو سعی ہے، یہ رزق کے لئے شرط ہے، بغیر سعی وکوشش کے رزق نہیں ہے اور اللہ تعالی نے سعی اور حرکت کو انسان کی زندگی میں رزق کی کنجی قرار دیا ہے۔

جب فقر کا سبب انسان سے عزم، قوت، ارادہ، حرکت اور نشاط چاہتا ہے اور جتنی انسان میں حرکت وسعی اور عزم ہوگا اتنا ہی اللہ اس کو اپنی رحمت سے رزق عطا کریگا۔

جب جناب ہاجرہ کے پاس پانی ختم ہوگیا اور حضرت اسماعیل پر پیاس کا غلبہ ہوا تو جناب ہاجرہ نے پانی تلاش کیا اور اسی پانی کی تلاش میں آپ کبھی صفا پہاڑی پر جاتیں اور دور تک نظر دوڑاتیں اور پھر صفا سے اتر کر مروہ پہاڑی پر جاتیں اور دور تک نظر دوڑاتیں اسی طرح آپ جب صفا اور مروہ دونوں پہاڑیوں پر گئیں تو آپ کو کہیں پانی کا نام ونشان نہیں دکھائی دیا تو آپ مایوس نہیں ہوئیں اور اس عمل کی تکرار کرتی رہیں اور صفا ومروہ کے درمیان دوڑ لگاتی رہیں یہاں تک کہ آپ نے ان کے درمیان سات چکر لگائے۔

اگر یہ آرزو اور امید نہ ہوتی تو ان کی سعی پہلے ہی چکر میں ختم ہوجاتی لیکن پانی کی امید نے ان دونوں کے دلوں کو زندہ رکھا اور اسی شوق میں وہ سعی کی تکرار کرتی رہیں یہاں تک کہ اللہ نے ان کے اس امر کو آسان کیا اور جناب اسماعیل کے قدموں کے نیچے چشمہ جا

ری فریاد یا لیکن اس مقام پر آرزو اور امید اللہ کی ذات سے ہے ان کی سعی میں نہیں ہے اگر آرزو وامید ان کی سعی میں ہوتی تو ان کی یہ آرزو وامید پہلے یا دوسرے چکر میں ہی ختم ہوجاتی۔

اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس سعی اور اس حرکت کو رزق کے لئے شرط قرار دیا، انسان پر اپنی رحمت کا نزول قرار دیا اور اللہ اپنے بندوں کو رزق دیتا ہے اور ان پر اپنی رحمت نازل کرتا ہے لیکن خداوند عالم نے انسان کی سعی اور حرکت کو اپنے رزق اور رحمت کی کنجی قرار دیا ہے۔

اللہ کی رحمت کے لئے اس منظر میں تیسرا پہلو جناب اسمعیل کی والدہ کی دعا ہے ان کا اللہ سے لو لگانا اور اس بے آب وگیاہ وادی میں پانی کی تلاش میں اللہ سے گڑگڑا کر دعا کرنا ہے۔

جتنا انسان اللہ سے دعا کرتے وقت اپنے کو اس کی یاد میں غرق کر دیگا اتنا ہی وہ اللہ کی رحمت سے قریب ہوگا۔

ہمیں نہیں معلوم کہ اس نیک وصالح خاتون نے اس وقت اور اس وادی میں اللہ کی یاد میں منہمک ہونے والی کس حالت کا انتخاب کیا جبکہ ان کے پاس نہ کوئی انسان تھا اور نہ حیوان، صرف ایک پیاسا شیر خوار اپنی پیاس سے تڑپ رہا تھا گویا وہ اپنی آخری سانسیں لے رہا تھا۔

اس وقت اس خاتون نے خداوند عالم سے اس طرح دعا کی کہ ملائکہ نے ان کے لئے گڑگڑا کر دعا کرنا شروع کر دی اور اپنی آوازوں کو ان کی آواز، اور اپنی دعاؤں کو ان کی دعاؤں سے ملا دیا۔

اگر تمام انسان اللہ کی یاد میں اسی طرح منہمک ہوجائیں اور خدا کے علاوہ سب سے ہٹ کر صرف اس کی بارگاہ سے لو لگائیں تو اُن پر زمین وآسمان سے رزق کی بارش ہوگی۔

"لَاَكَلُوْا مِنْ فَوْقِهِمْ وَمِنْ تَحْتِ اَرْجُلِهِمْ" [1]

"تو وہ ہر طرح سے اللہ کی رحمت سے مالا مال ہوں گے"

اگر تمام لوگ خداوند عالم کی طرف اس طرح متوجہ ہوجاتے تو وہ آسمان وزمین کی نعمتوں سے بہرہ مند ہوتے اور رحمت الٰہی ان کے شامل حال ہوتی۔

اے مادر گرامی آپ پر اللہ کا سلام! اے اسماعیل کی مادر گرامی آپ پر اسماعیل کی اولاد کا سلام جس کو اللہ نے نور، ہدایت، ایمان، نبوت عطا کی ہے اور ان کی ہدایت اور نور سے ہدایت پانے والے ہیں۔ اگر آپ اس حجاز کی سخت گرمی میں اس بے آب وگیاہ وادی میں تنہا نہ ہوتیں، اور صفا ومروہ کی پہاڑیوں کے درمیان اس مشکل موقع پر آپ خداوند قدوس سے اس طرح لو نہ لگاتیں اور آپ دونوں پر خداوند عالم کی رحمت نازل نہ ہوتی اور اگر وہ رحمت نہ ہوتی تو آپ اللہ سے اس طرح لو نہ لگاتیں تو آپ کی صفا ومروہ کے درمیان سعی حج میں شعائر اللہ میں قرار نہ دی جاتی۔

---

[1] سورہ مائدہ آیت ٦٦۔

"اِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَائِرِ اللهِ ۚ فَمَنْ حَجَّ الْبَيْتَ اَوِ اعْتَمَرَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِ اَنْ يَطَّوَّفَ بِهِمَا وَمَنْ تَطَوَّعَ خَيْرًا فَاِنَّ اللهَ شَاكِرٌ عَلِيْمٌ"۔[۱]

"بیشک صفا و مروہ دونوں پہاڑیاں اللہ کی نشانیوں میں ہیں لہٰذا جو شخص بھی حج یا عمرہ کرے اس کے لئے کوئی حرج نہیں ہے کہ ان دونوں پہاڑیوں کا چکر لگائے اور جو مزید خیر کرے گا خدا اس کے عمل کا قدردان اور اس سے خوب واقف ہے"

اے مادر گرامی! اللہ نے اپنی یاد میں اس وقت آپ کے انہماک کو دامن تاریخ میں ثبت کر دیا پانی کی تلاش میں آپ کی سعی اور آپ کے بچہ اسماعیل کی چیخ و پکار کے تذکرہ کو تاریخ میں لکھ دیا تا کہ آپ کے بعد آنے والی نسلوں کو یہ معلوم ہو جائے کہ اللہ کی رحمت کیسے نازل ہوتی ہے اور اللہ کی رحمت کے لئے کیسے خشوع و خضوع کیا جاتا ہے؟

اللہ کی رحمت وسیع ہے اس میں نہ کسی طرح کا بخل ہے نہ نقص اور نہ ہی وہ عاجز ہے لیکن لوگ اس کی رحمت کے نازل ہونے کے مقامات کو نہیں جانتے نہ ہی اس سے اچھی طرح پیش آتے ہیں اور نہ ہی اس سے استفادہ کرتے ہیں۔

آپ نے ہم کو یہ تعلیم دی کہ اللہ کی رحمت کو کیسے نازل کرائیں اور اللہ کی رحمت کے ساتھ کیسے پیش آئیں اور اے بی بی ہم نے آپ سے رحمت کی کنجیاں حاصل کی ہیں۔

اگر ہم نے آپ کی ان کنجیوں کی حفاظت نہ کی جن کو آپ نے اپنے فرزند ارجمند جناب اسمٰعیل کے سپرد کیا، اسمٰعیل کے بعد یہ کنجیاں اسمٰعیل کی اولاد کو وراثت میں ملیں اور ہم کو آپ کے بیٹے حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذریعہ میراث میں ملیں تو ہم آپ سے معذرت خواہ ہیں کہ ہم نے انبیاء علیہم السلام کی میراث اور ان کی وراثت کو ضائع و برباد کر دیا ہے۔

ہم نے اپنے جد ابراہیم سے اللہ کی وحدانیت کا اقرار کرنے کی تعلیم حاصل کی اور ہم نے اپنی ماں جناب ہاجرہ سے اللہ سے سوال کرنے کا طریقہ سیکھا ہے۔

اگر ہم خواہشات نفسانی اور طاغوت وسرکشی میں پھنس گئے تو ہم نے اِس کو بھی ضائع کیا اور اُس کو بھی ضائع و برباد کر دیا ہے۔

اے اللہ ہم نے اپنے جد ابراہیم اور اپنی جدہ جناب ہاجرہ کی جس میراث کو ضائع و برباد کر دیا اس پر تجھ سے مدد چاہتے ہیں۔ ہم کو ان کے خاندان میں قرار دے لہٰذا اے پروردگار اس میراث کی بازیابی کے سلسلہ میں ہماری مدد فرما، جو ہم نے ضائع کر دی ہے اور ہم کو ان کے پیروؤں میں قرار دے اور پروردگارا ہم کو اس گھر سے اولاد ابراہیم اور اولاد عمران سے مت نکالنا۔

"اِنَّ اللهَ اصْطَفٰى اٰدَمَ وَنُوْحًا وَّاٰلَ اِبْرَاهِيْمَ وَاٰلَ عِمْرَانَ عَلَى الْعَالَمِيْنَ ذُرِّيَّةً بَعْضُهَا مِنْ بَعْضٍ وَاللهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ"۔[۲]

"اللہ نے آدم نوح اور آل ابراہیم اور آل عمران کو منتخب کر لیا ہے یہ ایک نسل ہے جس میں ایک کا سلسلہ ایک سے ہے اور اللہ

[۱] سورہ بقرہ آیت ۱۵۸
[۲] سورہ آل عمران آیت ۳۳۔۳۴۔

سب کی سننے والا اور جاننے والا ہے"

"رَبَّنَا وَاجْعَلْنَا مُسْلِمَيْنِ لَكَ وَمِنْ ذُرِّيَّتِنَا أُمَّةً مُسْلِمَةً وَأَرِنَا مَنَاسِكَنَا وَتُبْ عَلَيْنَا إِنَّكَ أَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيمُ"[1]

"پروردگار ہم دونوں کو اپنا مسلمان اور فرماں بردار قرار دیدے اور ہماری اولاد میں بھی ایک فرمانبردار پیدا کر۔ ہمیں ہمارے مناسک دکھلا دے اور ہماری توبہ قبول فرما کہ تو بہترین توبہ قبول کرنے والا مہربان ہے"

جناب اسماعیل کی مادر گرامی نے اس دن اور اس وادی میں تمام اسباب خیر اخذ کئے جن کو سعی، دعا اور حاجت کہا جاتا ہے۔

بیشک ہماری اس مادر گرامی نے پانی کی تلاش میں سعی کی کبھی آپ صفا پہاڑی پر پانی کی تلاش میں جاتیں اور مروہ پہاڑی پر پانی کی تلاش میں جاتیں خداوند عالم اپنے بندوں کی سعی اور عمل کو دوست رکھتا ہے اور اس نے انھیں رزق کی اہم شرطیں قرار دیا ہے۔

لیکن شرط یہ ہے کہ اس طرح سعی کرے کہ خدا کی یاد میں منہمک ہو جائے اور اسی حالت میں خدا سے لولگائے، دعا کرے، تاریخ انسانیت میں ایسی مثالیں بہت ہی کم نظر آتی ہیں۔

سعی وکوشش خداوند عالم کی راہ میں رکاوٹ نہیں بنتی اور انسان کو اس سے الگ نہیں کر دیتی اور صرف خداوند عالم سے وابستگی بھی انسان کی سعی وکوشش کی راہ میں حائل نہیں ہوتی جناب ہاجرہ کی پانی کے لئے کوشش ایک عورت کی قوت امکان کی آخری منزل تھی۔

آج یہ ہمارے حج کے مناسک میں سے ہے اور ہم ان دونوں پہاڑوں کے درمیان بغیر کسی زحمت، تکلیف غم اور رنج کے سات چکر لگاتے ہیں سعی کرتے ہیں جس کی بنا پر ہم تھک جاتے ہیں مشقت میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔

اس بزرگ بی بی نے اس سعی کی اس بے آب وگیاہ وادی میں بنیاد رکھی جب بچہ کی پیاس پورے عروج پر تھی اور پیاسا شیر خوار اپنی آخری سانسیں لے رہا تھا لیکن اس کے باوجود پانی کی تلاش میں اس سعی کو بڑی ہمت اور عزم وارادہ کے ساتھ قائم کیا۔

اس کے باوجود اس سعی کے دوران ایک منٹ بھی آپ خدا کی یاد سے غافل نہ ہوئیں یہ پوری سعی یاد الٰہی کے ساتھ تھی نہ یہ یاد خدا میں رکاوٹ تھی اور نہ سعی وکوشش میں مانع! گویا کوشش صرف خداوند عالم سے وابستہ تھی اور خداوند عالم سے وابستگی سعی وکوشش کے ساتھ تھی ہم میں سے اس پر کون قدرت رکھ سکتا ہے؟

ملائکہ اس روز اس منظر کو دیکھتے رہے اور تعجب کرتے رہے کہ آپ نے اللہ سے کیسے لولگائی؟ اور آپ نے پانی کی تلاش میں اس طرح کیسے سعی کی ہے؟ اور آپ نے سعی اور اللہ سے اس طرح لولگانے کو ایک ساتھ کیسے جمع کر دیا؟ اللہ کی بارگاہ میں کیسے تضرع کیا کہ وہ آپ کی دعا اور سعی مستجاب کرے اور آپ کی سعی اور دعا سے اللہ رحمت نازل کرے اور اللہ کی رحمت اتنی قریب ہو جائے کہ آسمان کے طبق زمین پر اتر جائیں۔

اس دن دعا اور عمل صالح زمین سے آسمان پر پہنچے اور رحمت کے ستون آسمان سے زمین پر نازل ہوئے اور ملائکہ نے اس

---

[1] سورہ بقرہ ۱۲۸۔

بے مثال واحد منظر کا نظارہ کیا تو اللہ کی بارگاہ میں تضرع کرنے لگے اور وہ چیز رونما ہوئی جوان کے دل ودماغ میں بھی نہیں آئی تھی کہ شیر خوار بچہ کے قدموں کے نیچے سے صاف وشفاف اور گوارا پانی کا چشمہ ابل پڑا۔

پاک و پاکیزہ ہے خداوند عالم اور تمام تعریفیں اسی کے لئے ہیں اس نے ہاجرہ کی سعی اور دعا کو قبول فرمایا لیکن سعی کی بنا پر نہیں بلکہ اس شیر خوار بچہ کے قدموں تلے جو اپنے ہاتھ پیروں کو اس دن کی پیاس کی بنا پر پٹخ رہا تھا تا کہ خداوند عالم ہاجرہ کو بتا سکے کہ خدا ہی نے ان کو یہ ٹھنڈا اور گوارا پانی اس تپتی دھوپ میں عنایت فرمایا ہے خود ہاجرہ نے اپنی سعی کے ذریعہ اس کو پیدا نہیں کیا ہے اگر چہ ہاجرہ کے لئے سعی وکوشش کرنا ضروری تھا تا کہ خداوند عالم ان کو زمزم عطا فرماتا۔

اللہ نے (زمزم) کو شیر خوار بچہ کے قدموں کے نیچے جاری کیا۔ اپنے بیت حرام کو اسی وادی میں قائم کیا، زمزم میں برکت عطا کی اور ہمیشہ آنے والی نسلوں کے تمام حاجیوں کے لئے اسے سیرابی کا ذریعہ قرار دیا۔ اس دعا اور سعی کا تاریخ میں تذکرہ ثبت کر دیا اس کو مناسک حج کی ایک نشانی قرار دیا جس کو حجاج ہر سال انجام دیا کرتے ہیں جس کو مدت سے ان کی والدہ محترم جناب ہاجرہ اور ان (انسانوں) کے پدر بزرگوار ابراہیم واسماعیل نے ان کے لئے مہیا کیا۔

اس وادی میں اس دن اللہ کی رحمت نازل ہونے کے تین اسباب، حاجت، سعی اور دعا جمع ہوئے۔ حاجت یعنی ضعف اور فاقہ کا انتہائی درجہ، سعی اپنے آخری وحوصلہ کے مطابق اور دعا انقطاع اور اضطرار کے اعتبار سے ہے۔

ہم ہر سال حج میں اس منظر کی یاد کو تازہ وزندہ کرتے ہیں جس کی حضرت اسماعیل کی والدہ نے ہم کو تعلیم دی ہے کہ ہم اللہ کی رحمت کیسے طلب کریں، کیسے اس کے فضل ورحمت کو نازل کرائیں اور ہم اس کی معرفت کیسے حاصل کریں اور اس کی بارگاہ میں کیسے پیش آئیں۔

دعا کے آداب اور اس کی شرائط

ہمارے بعض علماء نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے نقل کیا ہے کہ: راوی کہتا ہے کہ میں نے آپ کی خدمت میں عرض کیا؟ اللہ کی کتاب میں دو ایسی آیات ہیں جن کی میں تاویل نہیں جانتا؟ آپ نے فرمایا وہ کونسی دو آیات ہیں؟ میں نے عرض کیا:

"اُدْعُوْنِیْٓ اَسْتَجِبْ لَکُمْ"[1]

"مجھ سے دعا کرو میں قبول کرونگا"

میں دعا کرتا ہوں لیکن مستجاب نہیں ہوتی۔ آپ نے مجھ سے فرمایا: تم نے اللہ پر بہتان باندھا، کیا اللہ نے جو وعدہ کیا ہے وہ اس کی مخالفت کرے گا؟

میں نے عرض کیا: نہیں

---

[1] سورۂ مومن آیت ۶۰۔

آپ نے فرمایا: پھر کیا مطلب ہے؟

میں نے عرض کیا: میں نہیں جانتا ہوں۔

آپ نے فرمایا دوسری آیت کونسی ہے؟

میں نے عرض کیا اللہ کا یہ قول: "وَمَآ اَنْفَقْتُمْ مِنْ شَیْءٍ فَهُوَ يُخْلِفُهُ" [1]

"میں انفاق کرتا ہوں لیکن اس کا کوئی نتیجہ نہیں دیکھتا ہوں"

آپ نے فرمایا: کیا ہونا چاہئے؟

میں نے عرض کیا: میں نہیں جانتا۔

آپ نے فرمایا: لیکن میں تم کو باخبر کرونگا انشاءاللہ، آگاہ ہوجاؤ جو کچھ خداوند عالم نے تم کو حکم دیا ہے اگر تم اس کی اطاعت کروگے اور اس کے بعد اس سے دعا کروگے تو وہ تمہاری دعا مستجاب کرے گا لیکن اگر تم اس کے حکم کی مخالفت کروگے اور اس کی معصیت (نافرمانی) کروگے تو وہ تمہارا کوئی جواب نہیں دے گا۔

لیکن رہی تمہاری یہ بات کہ تم انفاق کرتے ہو اور اس کا کوئی نتیجہ تمہارے سامنے نہیں آتا تو آگاہ ہوجاؤ کہ اگر تم نے مال اس کے حلال طریقہ سے کسب کیا پھر اس کو اسی کے حق میں خرچ کردیا ہے تو کسی بندے نے کوئی درہم خرچ نہیں کیا مگر یہ کہ اللہ نے اس کو اس کا بدلہ عطا کیا اگر تم اس کو دعا کے ذریعہ پکاروگے تو وہ تمہاری دعا ضرور مستجاب کرے گا اگر چہ تم نے گناہ ہی کیوں نہ کیا ہو۔

میں نے عرض کیا: جہت دعا سے کیا مراد ہے؟ آپ نے فرمایا: جب تم نے فریضہ ادا کیا تو تم نے اللہ کی تمجید وتعریف وتعظیم کی اور جتنی تم میں قدرت تھی تم نے اس کی مدح کی اور جتنا ممکن ہو نبی پر زیادہ صلوات بھیجتے رہو، ان کی تبلیغ رسالت کی گواہی دو، اپنے او پر نازل ہونے والی مصیبتوں اور ملنے والی نعمتوں کی بنا پر نبی پر درود بھیجو، اپنے پاس اس کی نعمتوں کا تذکرہ کیا، اور جتنا تم سے ہوسکا تم نے اس پر اللہ کی حمد وثنا کی اور اس کا شکر ادا کیا، پھر ایک ایک کرکے اپنے تمام گناہوں کا اعتراف واقرار کیا، یا ان میں سے جو گناہ تمہارے یاد آ گئے اس کا اقرار کیا، اور جو مخفی رہ گئے ان کا مجمل طور پر اقرار کیا، پس تم نے تمام گناہوں کی اللہ سے توبہ کی اور یہ نیت کی کہ اسکے بعد پھر گناہ نہیں کرونگا، اور میں اللہ سے ندامت، صدق نیت اور خوف ورجاء سے استغفار کرتا ہوں، اور اس طرح کہو:

"اللّٰهمّ انّی اعتذر الیك مِن ذنوبی واستغفرك واتوب الیك فاعنی علیٰ طاعتك ووفقنی لما اوجبت علیّ من کلّ مایُرضیك، فانی لم أر أحداً أبلغ شیئاً مِن طاعتك الابنعمتك علیه قبل طاعتك، فانعم علیّ بنعمة انال بها رضوانك والجنّة" [2]

"پروردگار میں اپنے گناہوں کی تجھ سے معذرت چاہتا ہوں، تجھ سے استغفار کرتا ہوں اور توبہ کرتا ہوں، اپنی طاعت پر

---

[1] سورۂ سبأ آیت ۔۳۹۔

[2] بحار الانوار جلد ۹۳ صفحہ ۳۱۹، فلاح السائل صفحہ ۳۸۔۳۹، عدة الداعی صفحہ ۱۶۔

میری مدد کر، جن چیزوں سے تو راضی ہوتا ہے اور وہ تو نے مجھ پر واجب کی ہیں مجھے ان کے ادا کرنے کی توفیق عطا کر، میں نے کسی شخص کو نہیں دیکھا کہ اس کے اطاعت کرنے سے پہلے تیری نعمتیں اس کو عطا ہو گئیں پس مجھ پر وہ نعمتیں نازل کر جن کے ذریعہ میں تیری رضا اور جنت تک پہنچ جاؤں،،

اس کے بعد سوال کرو ہم امید کرتے ہیں تم نامراد نہیں رہو گے انشاء اللہ۔

آداب دعا کے سلسلہ میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت نقل کی گئی ہے:

"احفظ آداب الدعاء، وانظر مَن تدعو، وكيف تدعو، ولماذا تدعو، وحقق عظمة الله و كبريائه، وعاين فى قلبك علمه بما فى ضميرك واطّلاعه علىٰ سرّك، ومايكن فيه من الحق والباطل، واعرف طرق نجاتك وهلاكك كى لا تدعوالله بشى ء فيه هلاكك وأنت تظن فيه نجاتك"

قال الله عزوجل:

"وَيَدْعُ الإنْسانُ بِالشَّرِّ دُعاءَهُ بِالْخَيْرِ وَكانَ الإنْسانُ عَجُولاً"[1]،

وتفكّر ماذاتسأل، ولماذاتسأل۔ والدعاء استجابة الكل منك للحق، وتذويب المهجة فى مشاهدة الربّ، وترك الاختيار جميعاً، وتسليم الأُمور كلها ظاهراًوباطناً الى الله۔

فان لم تأت بشروط الدعاء فلا تنتظر الاجابة، فانّه يعلم السرّ وأخفىٰ، فلعلك تدعوبشى ء قد علم من سرّك خلاف ذلك"[2]

آداب دعا کی حفاظت کرو، یہ دیکھو کہ کس سے مانگ رہے ہو، کس طرح مانگ رہے ہو اور کیوں مانگ رہے ہو، خداوند عالم کی عظمت و بزرگی پر نظر رکھو جو کچھ تمہارے دلوں میں علم ہے اور جن رازوں سے تم واقف ہوا سکے ذریعہ اپنے دل کا معائنہ کرو اور یہ دیکھو کہ کس میں ہلاکت ہے اور کس میں نجات ہے تا کہ ہلاکت کا مطالبہ نہ کر بیٹھو، اپنی نجات اور ہلاکت کے راستوں کو پہچانو کہ کہیں تم ایسی دعا نہ کر بیٹھو جس میں تمہاری ہلاکت ہو رہی ہو اور تم اس سے اپنی نجات کا گمان کر رہے ہو۔

اور خداوند عالم فرماتا ہے:

"وَيَدْعُ الْاِنْسَانُ بِالشَّرِّ دُعَاءَهُ بِالْخَيْرِ وَكَانَ الْاِنْسَانُ عَجُولاً"[3]،

"اور انسان کبھی کبھی اپنے حق میں بھلائی کی طرح برائی کی دعا مانگنے لگتا ہے کہ انسان بہت جلد باز واقع ہوا ہے"

جو کچھ مانگ رہے ہو اس کے متعلق اور کیوں مانگ رہے ہو اس کے سلسلہ میں فکر کرو۔

---

[1] سورۂ اسراء آیت ۱۱۔

[2] بحار الانوار جلد: ۹۰ صفحہ ۳۲۲۔

[3] سورۂ اسراء آیت ۱۱۔

دعا یعنی تمہارا حق کو مکمل طور پر قبول کرنا، تمہارا اپنے پروردگار کے دیدار میں اپنے کو پگھلا دینا اپنے تمام اختیارات خداوند عالم کے حوالے کر دینا اور اپنے تمام ظاہری اور باطنی اموراسی کے حوالے کر دینا۔

اگر تم دعا کو اس کی تمام شرطوں کے ساتھ انجام نہیں دو گے تو اس کے مستجاب ہونے کا بھی انتظار نہ کرنا بیشک خداوند عالم تمام رازوں اور پوشیدہ چیزوں سے آگاہ ہے، شاید تم ایسی چیز کے بارے میں دعا کر بیٹھو جسکو وہ تمہاری بھلائی کے خلاف جانتا ہو"

یہ روایت دعا کے مستجاب ہونے اور دعا کے آداب کی شرطوں کی طرف اشارہ کرتی ہے، ہم اس فصل میں سب سے پہلے دعا کے مستجاب ہونے کی شرطوں کو بیان کریں گے اس کے بعد اگر شروط و آداب کی تقسیم میں بعض مشکلات سامنے نہ آئیں تو آداب دعا کے متعلق بحث کریں گے۔

ہم اس فصل میں سب سے پہلے دعا قبول ہونے کی شرطوں کے سلسلہ میں بحث کرنا چاہتے ہیں پھر آداب دعا کے سلسلہ میں گفتگو کریں گے اگر چہ شرطوں کو آداب دعا سے جدا کرنا ہمارے لئے مشکل ہے لہٰذا ہم نے شرائط و آداب کو ایک ساتھ بیان کرنا بہتر سمجھا ہے۔

ہم ذیل میں سرسری طور پر شریعت اسلامیہ کی روشنی میں دعا کے آداب اور اس کی شرطوں کو بیان کر رہے ہیں۔

۱۔ اللہ کی معرفت

دعا مستجاب ہونے کی شرطوں میں سے سب سے اہم شرط اللہ کی معرفت ہے اور اس کی مطلق قدرت وسلطنت پر ایمان رکھنا کہ اس کا بندہ جو کچھ اس سے چاہتا ہے وہ ضرور حاصل ہوگا۔

درمنثور میں معاذ بن جبل نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یہ روایت نقل کی ہے:

"لو عرفتم اللہ حق معرفتہ، لزالت لدعائکم الجبال"۔[۱]

"اگر تم اللہ کی معرفت اس کے حق کے ساتھ حاصل کرو تو تمہاری دعائیں پہاڑوں کو بھی ان کی جگہ سے ہٹا دیں گی"

تفسیر عیاشی میں خداوند عالم کے اس فرمان: "فلیستجیبوا لی ولیؤمنوا بی"[۲]۔

"لہٰذا مجھ سے طلب قبولیت کریں اور مجھ ہی پر اعتماد رکھیں" کے متعلق امام جعفر صادق سے روایت کی گئی ہے کہ آپ نے فرمایا:

"یعلمون انی اقدر ان اعطیہم ما یسألونی"۔[۳]

"وہ (بندے) جانتے ہیں کہ جو کچھ وہ مجھ سے سوال کریں گے میں ان کو وہ عطا کر دونگا"

[۱] المیزان جلد ۲ صفحہ ۴۳۔
[۲] سورۂ بقرہ آیت۔۱۸۶۔
[۳] المیزان جلد ۲ صفحہ ۴۳۔

طبرسی نے مجمع البیان میں مندرجہ بالا آیت کی تفسیر میں امام جعفر صادق علیہ السلام سے نقل کیا ہے کہ: "**ولیو منوا بی**" [1]

"اور مجھ ہی پر اعتماد رکھیں"

یعنی یہ بات بالکل متحقق ہے کہ جو کچھ وہ سوال کریں گے میں وہ ان کو عطا کرنے پر قادر ہوں:

"لَعَلَّهُمْ يُرْشِدُونَ" [2]

"شاید اس طرح راہ راست پر آ جائیں"

امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی گئی ہے کہ آپ نے اس آیت کی تلاوت فرمائی:

"اَمَّنْ يُّجِيْبُ الْمُضْطَرَّ اِذَا دَعَاهُ" [3]

"بھلا وہ کون ہے جو مضطر کی فریاد کو سنتا ہے جب وہ اس کو آواز دیتا ہے"

فسئل ما لنا ندعو، و لا یستجاب لنا؟ فقال لأنّکم تدعون مالاتعرفون و تسألون مالاتفهمون [4]

آپ سے سوال کیا گیا: ہم دعا کرتے ہیں لیکن ہماری دعا مستجاب نہیں ہوتی، آپ نے فرمایا: تم ان چیزوں کی دعا کرتے ہو جن کی تمھیں معرفت نہیں ہے اور وہ سوالات کرتے ہو جن کو تم سمجھتے نہیں ہو۔

اس حدیث میں دعا مستجاب ہونے کے باب میں اس بات پر زور دیا گیا ہے کہ سائل کو اپنے سوال اور جس سے سوال کر رہا ہے ان سے باخبر ہونا چاہئے۔

امام جعفر صادق سے مروی ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتا ہے: جس نے مجھ سے سوال کیا اور وہ یہ جانتا ہے کہ نفع ونقصان میری طرف سے ہے تو میں اس کی دعا قبول کرونگا

امام علی بن الحسین زین العابدین علیہ السلام کی مناجات میں آیا ہے:

"تمدّحت بالغناء عن خلقك وانت اهل الغنیٰ عنهم، ونسبتهم الی الفقروهم اهل الفقر الیك، فمن حاول سدّ خلّته من عندك، ورام صرف الفقر عن نفسه بك، فقدطلب حاجته فی مظانها واتی طلبته من وجهها" [5]

---

[1] سورۂ بقرہ آیت۔۱۸۶۔

[2] سورۂ بقرہ آیت۔۱۸۶۔

[3] سورۂ نمل آیت۔۶۲۔

[4] الصافی صفحہ ۵۷ (طبع حجریہ۔ایران) سورۂ بقرہ آیت نمبر ۸۶ کی تفسیر میں ہے۔

[5] صحیفہ کاملہ سجادیہ دعا: ۱۳۔

"تونے اپنی تعریف یہ کی ہے کہ تومخلوقات سے بے نیاز ہے اور اس بے نیازی کا اہل ہے اور تونے مخلوقات کو فقر کی طرف نسبت دی ہے کہ وہ واقعا تیرے محتاج ہیں لہٰذا جوشخص بھی اپنی حاجت کو تیری بارگاہ سے پورا کرانا چاہتا ہے اور اپنے نفس سے فقر کو تیرے ذریعہ دور کرنا چاہتا ہے اُس نے حاجت کواس کی منزل سے طلب کیا ہے اور مقصد تک صحیح رخ سے آیا ہے"

حضرت امیر المومنین علیہ السلام مناجات میں ارشادفرماتے ہیں:

"سبحان الذی یتوکّل کلّ مؤمن علیه ویضطر کلّ جاحدالیه، ولایستغنی احدٌ الابفضل مالدیه" [1]

"پاک و پاکیزہ ہے وہ ذات جس پر ہر مومن توکل کرتا ہے اور جس کے سامنے ہر انکار کرنے والا اپنے کو مضطر محسوس کرتا ہے اور کوئی بھی اس کے فضل کے بغیر بے نیاز نہیں ہوسکتا ہے"

حضرت امام زین العابدین علیہ السلام صحیفہ کاملہ سجادیہ کی دعا نمبرے میں فرماتے ہیں:

"اَصْبَحْنَا فِیْ قَبْضَتِكَ یَحْوِیْنَا مُلْكُكَ وَسُلْطَانُكَ وَتَضُمُّنَا مَشِیَّتُكَ وَنَتَصَرَّفُ عَنْ اَمْرِكَ وَنَتَقَلَّبُ فِیْ تَدْبِیْرِكَ لَیْسَ لَنَامِنَ الْاَمْرِ اِلَّا مَا قَضَیْتَ وَمِنَ الْخَیْرِ اِلَّا مَا اَعْطَیْتَ"

"اور ہم بھی تیرے ہی قبضہ میں ہیں تیرا اقتدار تیری ساری سلطنت ہمارے سارے وجود پر حاوی ہے اور تیری مشیت ہمیں اپنے دامن میں لئے ہوئے ہے۔ ہم تیرے ہی حکم سے تصرف کرتے ہیں اور تیری ہی تدبیر سے کروٹیں بدلتے ہیں ہمارا حصہ معاملات میں اتنا ہی ہے جس کا تونے فیصلہ کردیا ہے اور خیر بھی وہی ہے جوتونے عطا کردیا ہے"

اور صحیفۂ علویہ میں ہے:

"مَن ذالذی یضارك ویغالبك أویمتنع منك أو ینجومِنْ قدرك"

"کون تم کو نقصان پہنچاتا ہے اور کون تمہارا مقابلہ کرتا ہے یا وہ تم سے اجتناب کرتا ہے یا تیری قدر وقضا سے فرار کرتا ہے"

یہ معرفت ہی تو ہے کہ دعا کرنے والا یہ جانتا ہے کہ اللہ اس سے قریب ہے اور ہر شئے اس سے بہت قریب ہے، وہ اس (بندے) کے نفس میں ہونے والے وسواس سے بھی باخبر ہے وہ اس کے نفس سے اس کی شہ رگ حیات سے بھی زیادہ قریب ہے وہ اس کے اور اس کے نفس کے درمیان حائل ہے خداوند عالم کا ارشاد ہے: "وَاِذَا سَأَلَكَ عِبَادِیْ عَنِّیْ فَاِنِّیْ قَرِیْبٌ" [2]

"اور اے پیغمبر اگر میرے بندے تم سے میرے بارے میں سوال کریں تو میں ان سے قریب ہوں"

"وَنَحْنُ اَقْرَبُ مِنْ حَبْلِ الْوَرِیْدِ" [3]

[1] بلد امین صفحہ ۹۶۔
[2] سورۂ بقرہ آیت۔۱۸۶۔
[3] سورۂ ق آیت۔۱۶۔

"اور ہم تو اس کی شہرگ سے بھی زیادہ قریب ہیں"

"اِنَّ اللّٰہَ یَحُوْلُ بَیْنَ الْمَرْءِ وَقَلْبِہٖ"[1]

"بیشک خدا انسان اور اس کے دل کے درمیان حائل ہو جاتا ہے"

حضرت امیر المومنین علیہ السلام دعا میں ارشاد فرماتے ہیں:

"اتقرب الیك بسعة رحمتك التی وسعت کلّ شیء وقد تریٰ یاربّ مکانی و تطلع علیٰ ضمیری وتعلم سری ولا یخفیٰ علیك امری وانت اقرب الیّ من حبل الورید"[2]

"میں تیری اس وسیع رحمت سے قریب ہونا چاہتا ہوں جو ہر چیز کا احاطہ کئے ہوئے ہے، تو میرے مکان سے بخوبی آگاہ ہے، میرے ضمیر سے باخبر ہے، میرے رازوں کو جانتا ہے، میرا کوئی امر تجھ سے پوشیدہ نہیں اور تو میری شہ رگ حیات سے زیادہ مجھ سے قریب ہے"

جمعہ کے دن کی دعا میں آپ ارشاد فرماتے ہیں:

"لا اله الا الله المجیب لمن ناداه بأخفض صوته، السمیع لمن ناجاه لأغمض سرّه، الرؤوف بمن رجاه لتفریج همّه القریب ممّن دعاه لتنفیس کربه وغمّه"[3]

"کوئی خدا نہیں ہے سوائے اللہ کے جو اپنے بندے کی ہلکی سی آواز کا بھی جواب دیتا ہے وہ اس کی آواز کو بھی سنتا ہے جو اس کو اپنے راز کو پوشیدہ رکھ کر اسے پکارتا ہے اس شخص پر مہربان ہے جو اپنی مشکل دور کرنے میں خداوند عالم سے لو لگاتا ہے اس شخص سے قریب ہے جو اپنے غم کے دور ہونے کے سلسلہ میں اس سے دعا کرتا ہے"

امام علیہ السلام ایک خطبہ میں ارشاد فرماتے ہیں:

"سبق فی العلوّ فلا شیءٍ أعلا منه، وقرب فی الدنو فلا شئی اقرب منه، فلا استعلاؤه باعده عن شیءٍ من خلقه ولا قربه ساواهم فی المکان به"[4]

"وہ اتنا بلند و برتر ہے کہ کوئی چیز اس سے بلند نہیں ہو سکتی اور اتنا قریب سے قریب تر ہے کہ کوئی شے اس سے قریب نہیں ہے اور نہ اس کی بلندی نے اسے مخلوقات سے دور کر دیا ہے اور نہ اس کے قرب نے اُسے دوسروں کی سطح پر لا کر اُن کے برابر کر دیا ہے"

۲۔ اللہ سے حسن ظن

اللہ سے حسن ظن رکھنا اللہ کی معرفت کے پہلوؤں میں سے ایک پہلو ہے، اللہ اپنے بندوں کو اتنا ہی عطا کرتا ہے جتنا وہ اللہ

[1] سورۂ انفال آیت۔ ۲۴۔

[2] البلد الامین صفحہ ۹۶۔

[3] البلد الامین صفحہ ۹۳۔

[4] نہج البلاغہ خطبہ ۴۹

سے حسن ظن رکھتے ہیں اور اس کی رحمت اور کرم کی وسعت کا یقین رکھتے ہیں۔

حدیث قدسی میں آیا ہے:

"انا عند ظن عبدی بیّ، فلا یظُنُّ بِیّ الا خیراً"۔[1]

"میں اپنے سلسلہ میں اپنے بندے کے ظن وگمان کے مطابق اس کی حاجت پوری کرتا ہوں اس سے قریب ہوں لہٰذا وہ میرے بارے میں خیر کے علاوہ کوئی ظن وگمان نہ رکھے"

سول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مروی ہے:

"ادعوا اللّٰہ و انتم موقنون بالاجابۃ"

"اللہ سے دعا مستجاب ہونے کے یقین کے ساتھ دعا کرو"

اللہ تبارک وتعالیٰ نے جناب موسیٰ کو وحی کی:

"مادعوتنی ورجوتنی فانی سامع لك"[2]

"اے موسیٰ جو کچھ مجھ سے دعا کرتے ہو اور مجھ سے امید رکھتے ہو میں اس کو تمہاری خاطر سنتا ہوں"

امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے:

"اذا دعوت فأقبل بقلبك وظنّ حاجتك بالباب"[3]

"جب دعا کرو تو اپنے دل کو خداوند عالم کی طرف متوجہ کرو اور اپنی حاجت کو قبولیت کے دروازے پر سمجھو"

اور یہ بھی آپ ہی کا فرمان ہے:

"فاذا دعوت فاقبل بقلبك ثم استَیْقِن الاجابۃ"[4]

"جب دعا کرو تو اپنے دل کو خداوند عالم کی طرف متوجہ کرو اور اجابت کا یقین رکھو"

اس کے بالمقابل اللہ کی رحمت اور دعا کے مستجاب ہونے سے مایوس ہوجانا ہے یہ اللہ کی رحمت سے دور ہوجانے کا ایک سبب ہے کبھی کبھی انسان اللہ سے دعا کرتا ہے تو خداوند عالم اس کی دعا مستجاب کرنے میں تاخیر کرتا ہے اور اس وقت تک تاخیر کرتا ہے جب تک وہ اس کی مصلحت کے مطابق نہ ہوجائے لیکن انسان اس کی معرفت نہیں رکھتا اور اللہ اس کو جانتا ہے لہٰذا انسان اللہ سے سوء ظن کر بیٹھتا ہے اور اللہ کی رحمت سے ناامید ہوجاتا ہے یہی ناامیدی اللہ کی رحمت میں مانع ہوتی ہے۔

---

[1] المیزان جلد ۲ صفحہ ۳۷۔

[2] وسائل الشیعہ جلد ۴ صفحہ ۱۱۰۵، حدیث ۸۷۰۳۔

[3] اصول کافی صفحہ ۵۱۹، اور وسائل الشیعہ جلد ۴ صفحہ ۱۱۰۵ حدیث۔ ۸۷۰۰

[4] اصول کافی باب الاقبال علی الدعا۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے:

"لایزال العبد بخیر و رجاء ورحمة من الله عزّوجلّ، مالم یستعجل، فیقنط، ویترك الدعاء، وقیل له: کیف یستعجل؟ قال: یقول: قد دعوت منذ کذا و کذا وما أری الاجابة"[1]

"انسان اس وقت تک نیکی کی امید اور رحمت الٰہی میں رہتا ہے جب تک وہ جلدی بازی نہ کرے اور بندہ جلد بازی کرنے کے نتیجہ میں مایوس ہوجاتا ہے اور دعا کرنا چھوڑ دیتا ہے۔ امام سے سوال کیا گیا بندہ کی جلد بازی کرنے کا کیا مطلب ہے؟ فرمایا وہ کہتا ہے: میں یہ دعا مانگ رہا ہوں لیکن قبول نہیں ہورہی ہے"

احمد بن محمد بن ابی نصر سے مروی ہے کہ میں نے ابوالحسن کی خدمت اقدس میں عرض کیا:

"جُعلت فداك إنی قد سألت الله الحاجة منذ کذا و کذا سنة، وقد دخل قلبی من ابطائها شیٔ، فقال: یاأحمد، ایاك والشیطان ان یکون له علیك سبیل حتّیٰ یقنطك۔ اخبرنی عنك لو أنّی قلت لك قولاً کنت تثق به منی۔ فقلت له: جعلت فداك، اذالم اثق بقولك فبمن أثق، وانت حجة الله علیٰ خلقه؟ قال فکن بالله اوثق، فإنّك علیٰ موعد من الله عزّوجلّ۔ ألیس الله یقول "وَاِذَا سَأَلَكَ عِبَادِیْ عَنِّیْ فَاِنِّیْ قَرِیْبٌ اُجِیْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ"[2] وقال: "لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللهِ"[3]، و قال: "وَ اللهُ یَعِدُ کُمْ مَغْفِرَةً مِنْهُ وَفَضْلاً"[4]، فکن بالله أوثق منك بغیره ولا تجعلوا فی انفسکم الاخیر أفانه لغفور لکم"[5]

"میری جان آپ پر فدا ہو میں پروردگار سے ایک سال تک اپنی فلاں فلاں حاجتیں مانگتا رہا اب میرے دل میں ان کے قبول نہ ہونے کے سلسلہ میں خدشہ آ گیا ہے: آپ نے فرمایا: اے احمد شیطان سے بچو! اس لئے کہ وہ تمہیں مایوسی کے راستہ پر لگا دے گا: مجھے ثبوت دو کہ اگر میں تمہیں کچھ بتاؤں تو تم اس پر اعتماد کرو گے: میں نے عرض کیا: میری جان آپ پر فدا ہو اگر میں آپ کے فرمان پر اعتماد نہیں کرونگا تو پھر کس کے فرمان پر اعتماد پر کرونگا اور آپ تو مخلوق پر اللہ کی حجت ہیں؟ آپ نے فرمایا: اللہ پر سب سے زیادہ اعتماد رکھو چونکہ خداوند عالم نے تم سے وعدہ کیا ہے" کیا پروردگار عالم نے نہیں فرمایا:

"وَاِذَا سَأَلَكَ عِبَادِیْ عَنِّیْ فَاِنِّیْ قَرِیْبٌ اُجِیْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ"

"اور اے پیغمبر اگر میرے بندے تم سے میرے بارے میں سوال کریں تو میں ان سے قریب ہوں پکارنے والے کی آواز

[1] اصول کافی صفحہ ۵۲۷
[2] وسائل الشیعہ جلد ۴ صفحہ ۱۱۰۷ حدیث ۸۷۱۱۔
[3] سورۂ زمر آیت۔ ۵۳۔
[4] سورۂ بقرہ آیت۔ ۲۶۸۔
[5] قرب الاسناد صفحہ۔ ۱۷۱۔

سنتاہوں جب بھی پکارتا ہے"

اور یہ فرمان:

"لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللهِ"

"رحمت خدا سے مایوس نہ ہونا"

اور یہ فرمان:

"وَاللهُ يَعِدُكُمْ مَغْفِرَةً مِّنْهُ وَفَضْلاً"

"اور خدا مغفرت اور فضل واحسان کا وعدہ کرتا ہے"

لہٰذا تم سب سے زیادہ اللہ پر اعتماد کرو اور اپنے نفس میں خیر کے علاوہ اور کچھ نہ قرار دو بیشک اللہ تمہارے لئے غفور ہے۔

امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے:

"انّ العبد اذا عجل فقام لحاجته (یعنی انصرف عن الدعاء ولم یطل فی الدعاء، والوقوف بین یدی الله طالباً للحاجة) یقول الله عزّوجلّ: أما یعلم عبدی أنّی أنا الله الّذی اقضی الحوائج" [1]

"بندہ جب جلد بازی کرتا ہے تو وہ اپنی حاجت کے لئے قیام (یعنی دعا کرنے سے منصرف ہوجاتا ہے زیادہ دیر تک دعا نہیں مانگتا اور اللہ کی بارگاہ میں حاجت روائی کے لئے کھڑا ہوجاتا ہے) کر لیتا ہے۔ پروردگار فرماتا ہے: کیا میرا بندہ نہیں جانتا بیشک میں خدا ہوں جو حاجتوں کو پورا کرنے والا ہوں؟"

ہشام بن سالم نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے نقل کیا ہے کہ آپ نے فرمایا

"کان بین قول الله عزّوجلّ: "قَدْ اُجِيْبَتْ دَعْوَتُكُمَا" [2]

خداوندعالم کے قول:

"قَدْ اُجِيْبَتْ دَعْوَتُكُمَا"

اور فرعون کی تنبیہ کے درمیان چالیس سال کا فاصلہ ہے" [3]

اسحاق بن عمار سے مروی ہے:

"قلت لابی عبدالله: یستجاب للرجل الدعاء ثم یؤخّر؟

[1] وسائل الشیعہ صفحہ ۱۱۰۶ حدیث ۸۷۰۹۔
[2] سورۂ یونس آیت۔ ۸۸۔
[3] اصول کافی جلد ۲ صفحہ۔ ۵۶۲۔

قال:نعم، عشرين سنة"[1]

"میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت اقدس میں عرض کیا: میری جان آپ پر فدا ہو کیا بندے کی دعا مستجاب ہونے میں تاخیر ہوسکتی ہے؟ آپ نے فرمایا: ہاں بیس سال تاخیر ہوسکتی ہے"

۳۔ اللہ کی بارگاہ میں اضطرار

دعا میں انسان کے لئے اللہ کی پناہ مانگنا ضروری ہے چونکہ مضطر خداوند عالم کے علاوہ کسی کو اس لائق نہیں پاتا جس سے امید لگائے اور اپنی حاجتوں کے لئے اس پر بھروسہ رکھے۔

جب انسان اللہ اور اللہ کے علاوہ اس کے بندوں میں سے کسی سے اپنی امید لگائے رہتا ہے تو اس کو خداوند عالم سے جس طرح لو لگانی چاہئے تھی اس نے اس کا حق ادا نہیں کیا اور اپنے نفس میں اللہ سے مضطر ہونے کی حالت نہیں پیدا کی حالانکہ دعا کے مستجاب ہونے کی بنیادی شرط وہی ہے۔

حضرت امیر المومنین علیہ السلام نے محمد بن حنفیہ کو وصیت کرتے وقت فرمایا:

"وبالإخلاص يكون الخلاص فاذا اشتدّ الفزع فالى الله المفزع"[2]

"انسان اخلاص کے ذریعہ ہی چھٹکارا حاصل کرتا ہے جب زیادہ شدت واضطراب وگھبراہٹ ہوگی تو انسان اللہ سے خوف کھائے گا"

مجبوری کی حالت میں انسان کی تمام امیدیں ہر ایک سے منقطع ہوجاتی ہیں اور صرف اللہ کی بارگاہ میں گڑگڑاتا ہے اور خدا کے علاوہ وہ کسی اور سے امید نہیں رکھتا

روایت کی گئی ہے کہ اللہ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر وحی نازل کی:

"ادعني دعاء الحزين الغريق ليس له مغيث، ياعيسىٰ!سلني ولا تسأل غيري، فيحسن منك الدعاء، ومنيّ الاجابة"[3]

"اے عیسیٰ جس کا کوئی فریادرس نہ ہواس کی طرح گڑگڑا کر محزون ورنجیدہ ہوکر مجھ سے دعا مانگو، میرے علاوہ کسی اور سے دعا نہ مانگو جو مجھ سے اچھی دعا مانگے گا تو میں ضرور مستجاب کرونگا"

امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام اللہ سے مناجات کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"الهي ليس تشبه مسألتي مسألة السائلين لانّ السائل اذا مُنع امتنع عن السؤال،

---

[1] اصول کافی جلد ۲ صفحہ ۵۶۲۔

[2] وسائل الشیعہ جلد ۴ صفحہ ۱۱۲۱ حدیث ۸۷۶۴۔

[3] وسائل الشیعہ جلد ۴: صفحہ نمبر ۱۱۷۴ حدیث ۸۹۵۸۔

وأنالاغناء بی عمّاسألتك علیٰ كل حال، الهی إرضَ عنی، فان لم ترضِ فاعف عنی، فقد يعفو السيد عن عبده وهوعنه غير راضٍ الهی كيف أدعوك وأنا أنا؟و كيف أيأس منك وأنت أنت؟"[1]

"پروردگار میرامسئلہ سائلوں کے سوالوں جیسا کب ہوسکتا ہے چونکہ سائل کو جب منع کر دیا جاتا ہے تو وہ سوال کرنے سے رک جاتا ہے اور میں تجھ سے بے نیاز نہیں ہوں مجھے تو ہر حال میں تجھ سے سوال کرنا ہی ہے، خدایا مجھ سے راضی ہوجا، اگر تو مجھ سے راضی نہیں ہوتا تو مجھ کو معاف فرمادے، کیونکہ آقا اپنے غلام کو راضی نہ ہونے کی صورت میں بھی معاف کر دیتا ہے، پروردگار میں تجھ سے کیسے دعا کروں حالانکہ میں میں ہوں؟ اور تجھ سے کیسے مایوس ہوں حالانکہ تو تو ہے؟"

اسی کو حالت اضطرار کہا جاتا ہے جس میں بندہ اللہ کے علاوہ کسی اور کو پناہ گاہ نہیں سمجھتا اور اپنی حاجتوں کو اللہ کی بارگاہ میں پیش کرتا ہے۔

جیسا کہ ہم یہ بیان کر چکے ہیں کہ حالت اضطرار اللہ کی یاد میں غرق ہوجانا ہے جب بندہ اس بات سے باخبر ہوتا ہے کہ وہ اللہ کی بارگاہ میں اپنی حاجت پیش کرنے پر مضطر ہے اور اللہ کے علاوہ اس کا کوئی اور نہیں ہے جس کی بارگاہ میں وہ اپنی حاجت پیش کر سکے تو وہ اسی کی یاد میں غرق ہوجاتا ہے اور اللہ کے علاوہ کسی اور سے لو نہیں لگاتا وہ اللہ کی ہی یاد میں منہمک رہتا ہے اور اس کے علاوہ کسی کی یاد میں منہمک نہیں ہوتا ہے۔

حضرت امام زین العابدین علیہ السلام دعا میں فرماتے ہیں:

"وَاجْعَلْنِیْ مِمَّنْ یَدْعُوْكَ مُخْلِصاً فِی الرَّخَاءِ دُعَاءُ الْمُضْطَرِّیْنَ لَكَ"[2]

"مجھے ان لوگوں میں قرار دے جو سکون کے لحات میں اس خلوص سے دعا کرتے ہیں جس طرح پریشانی کے اوقات میں مضطر لوگ دعا کرتے ہیں"

ایک اور مقام پر آپ فرماتے ہیں:

"اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَخْلَصْتُ بِاِنْقِطَاعِیْ اِلَیْكَ وَاَقْبَلْتُ بِكُلِّیْ عَلَیْكَ وَصَرَفْتُ وَجْهِیْ عَمَّنْ یَّحْتَاجُ اِلیٰ رِفْدِكَ وَقَلَبْتُ مَسْأَلَتِیْ عَمَّنْ لَمْ یَسْتَغْنِ عَنْ فَضْلِكَ وَرَأَیْتُ اَنَّ طَلَبَ الْمُحْتَاجِ اِلیٰ الْمُحْتَاجِ سَفَهٌ مِنْ رَأْیِهٖ وَضَلَّةٌ مِنْ عَقْلِهٖ"[3]

"خدایا میں مکمل اخلاص کے ساتھ تیری طرف آرہا ہوں اور پورے وجود کے ساتھ تیری طرف متوجہ ہوں میں نے اپنا رخ ان تمام لوگوں سے موڑ لیا ہے جو خود ہی تیری عطا کے محتاج ہیں اور اپنے سوال کو ان کی طرف سے ہٹالیا ہے جو خود بھی تیرے فضل وکرم

---

[1] البلد الامین صفحہ ۳۱۶۔

[2] صحیفہ کاملہ سجادیہ دعا ۲۲۔

[3] صحیفہ کاملہ سجادیہ دعا ۲۸۔

سے بے نیاز نہیں ہیں اور میں نے یہ اندازہ کرلیا ہے کہ محتاج کا محتاج سے مانگنا فکر کی نادانی اور عقل کی گمراہی ہے"

ان باتوں پر زور دینے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ انسان وہ مادی وسائل واسباب جن کو اللہ نے لوگوں کی حاجتوں کو پورا کرنے کا وسیلہ قرار دیا ہے ان کا سہارا نہ لے جبکہ اللہ نے ان کا سہارا لینے کا حکم دیا ہے بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ نے ان اسباب کو اپنی مشیت وارادہ میں دائمی قرار دیا ہے۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے:

"واذا أراد احدکم ان لایسأل ربّه شیئاً الّا اعطاه فلییأس من الناس کلهم، ولایکون له رجاء الّا عندالله عزّوجلّ، فِاذَا علِمَ الله ذٰلك من قلبه لم یسأله شیئاً الّا اعطاه" [1]

"جب تم میں سے کوئی ایک یہ ارادہ کرے کہ ان کا پروردگار ان کو عطا کرنے کے علاوہ ان سے کسی چیز کا سوال نہیں کرتا ہے اور وہ اللہ کے علاوہ کسی اور سے کوئی امید وآرزو نہیں رکھتا ہے، جب پروردگار عالم اس کے دل کی اس حالت سے آگاہ ہو جاتا ہے تو وہ (خدا) اس (بندہ) کو عطا کرنے کے علاوہ کوئی سوال نہیں کرتا ہے"

۴۔انھیں راستوں سے جانا جو خدا نے بتائے ہیں

اللہ کی بارگاہ میں دعا کرتے وقت فروتنی کرنا اور یہ فروتنی اُن ہی طریقوں سے کی جائے جن کا اللہ نے حکم دیا ہے۔

روایت کی گئی ہے کہ بنی اسرائیل کے ایک شخص نے چالیس رات اللہ کی عبادت کی اور پھر اللہ سے دعا کی اور وہ مستجاب نہ ہو سکی تو اس نے عیسیٰ بن مریم علیہما السلام سے گلہ شکوہ کیا۔

حضرت عیسیٰ بن مریم علیہما السلام نے خداوند عالم سے اس کے متعلق سوال کیا تو پروردگار عالم نے فرمایا:

"یاعیسیٰ !انّه دعانی، وفی قلبه شك منك" [2]

"اے عیسیٰ اس نے مجھ سے دعا کی لیکن اس کے دل میں تمہارے متعلق شک تھا"

۵۔خداوند عالم کی طرف پوری قلبی توجہ

دعا قبول ہونے کی سب سے اہم شرط یہی ہے بیشک دعا کی حقیقت یہی ہے کہ انسان اپنے دل کو خدا کے سامنے جھکا دے اگر انسان کا دل اللہ کے علاوہ دنیا کے مشاغل میں سے کسی ایک کی طرف لگا ہوا ہو تو انسان دعا کی حقیقت کو محقق نہیں کرسکتا ہے۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے:

---

[1] تفسیر صافی: ۵۸، طبع الحجریۃ۔ ایران، اصول کافی: ۳۸۲، ۳، وسائل الشیعہ جلد ۴۔ ۱۱۷۴، حدیث ۸۹۵۶۔

[2] کلمۃ اللہ حدیث ۳۷۱۔

"انّ اللہ عزوجلّ لا یقبل دعاءً بظہر قلب ساہٍ" [۱]

"بیشک خداوند عالم بھلا دینے والے دل کی دعا قبول نہیں کرتا"

آپ کا ہی فرمان ہے:

"فاذا دعوت أقبِل بقلبك ثم استیقن الاجابة" [۲]

"جب تم دعا کرو تو پہلے دل کو خداوند عالم کی طرف متوجہ کرو پھر اس کے مستجاب ہونے کا یقین کرو"

اور یہ بھی آپ ہی کا فرمان ہے کہ (امیر المومنین علیہ السلام) نے فرمایا:

"لا یقبل اللہ عزّوجلّ دعاء قلب لاہٍ" [۳]

"خدا لہو ولعب میں مشغول دل کی دعا قبول نہیں کرتا ہے"

حدیث قدسی میں آیا ہے:

"یاموسیٰ ادعنی بالقلب النقی واللسان الصادق" [۴]

"اے موسیٰ مجھ سے پاک وصاف دل اور سچی زبان سے دعا کرو"

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی علیہ السلام سے وصیت میں فرمایا:

"لا یقبل اللہ دُعاء قلب ساہٍ" [۵]

"اللہ سہو کرنے والے دل کی دعا قبول نہیں کرتا"

سلیمان بن عمرو سے مروی ہے کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام کو یہ فرماتے سنا ہے:

" انّ اللہ عزوجلّ لا یستجیب دعاء بظہر قلب ساہ فاذا دعوت أقبِل بقلبك ثم استیقن الاجابة" [۶]

"خداوند عالم ظاہری طور پر فراموش کار قلب کی دعا قبول نہیں کرتا، پہلے دعا کو اپنے دل کے سامنے پیش کرو پھر اس کے قبول ہونے کا یقین کرو"

اور یہ بھی امام جعفر صادق علیہ السلام کا فرمان ہے:

---

[۱] اصول کافی باب الاقبال علی الدعاء۔

[۲] اصول کافی باب الاقبال علی الدعاء حدیث ۱۔

[۳] اصول کافی باب الاقبال علی الدعاح ۲۔

[۴] بحار الانوار جلد ۹۳ صفحہ ۳۴۔

[۵] من لایحضرہ الفقیہ جلد ۲ صفحہ ۳۳۹۔

[۶] وسائل الشیعہ جلد ۴۔ ۱۱۰۵، حدیث ۸۷۰۵۔

"انّ اللہ عزّ وجلّ لَا یستجیب دعاء بظهر قلب قاس۔"[1]

"بیشک خداوند عالم قسی القلب کی دعا قبول نہیں کرتا"

دعا میں اللہ کے سامنے اپنے دل کا جھکانا ضروری ہے اور اپنے کو اللہ کے حضور میں پیش کرنا ہے لہو ولعب، سہو اور قساوت یہ تینوں چیزیں انسان کو اللہ کے سامنے دل جھکانے سے روک دیتی ہیں

ہم ماثورہ دعاؤں میں پڑھتے ہیں کہ دعا کرنے والا خدا کے سامنے دعا کی حالت میں آئے اور ایسا نہ ہو کہ اس کے دل اور زبان الگ الگ چیزوں میں مشغول ہوں وہ زبان سے تو دعا کر رہا ہو لیکن اس آدمی کا دل دنیاوی کاموں میں مشغول ہو۔

عارف فقیہ شیخ جود الملکی تبریزی اپنی کتاب (المراقبات) میں تحریر کرتے ہیں: جان لو جب تک تمہاری روح اور تمہارا دل صفات دعا سے متصف نہ ہو اس وقت تک تمہاری دعا قبول نہیں ہو سکتی اور صفات دعا سے متصف ہونے کا مطلب یہ ہے کہ دعا تمہارے راز، روح اور دل سے جاری ہو،

مثال کے طور پر جب تم یہ کہو" ارجوک لکل خیر" میں تجھ سے ہر خیر واچھائی کی امید رکھتا ہوں۔ تو تم کو اپنے باطن، روح اور دل سے اللہ سے امید کرنا چاہئے اور ان میں سے ہر ایک کے کچھ آثار ہوتے ہیں اور ان آثار کا تمہارے اعمال سے اظہار ہونا چاہئے تو جس کے باطن اور حقیقت میں آرزو محقق ہو جائے تو گویا وہ مجسم آرزو ہو جائے گا اور یہ جس کی روح میں ہو تو گویا اس کی زندگی آرزو کے ذریعہ ہو گی، جو اپنے قلب کے ذریعہ آرزومند ہو گا تو قصد و اختیار سے صادر ہونے والے اس کے اعمال آرزو کے ہمراہ ہوں گے لہٰذا اس بات سے ڈرو کہ تمہارے معاملات میں کچھ آرزو نہ پائی جائے اس کو اپنے اعمال میں آزماؤ۔ یہ دیکھو کہ کیا تم کو اپنی حرکات میں آرزو کا اثر یعنی طلب نظر آ رہا ہے یا نہیں؟ کیا تم نے معصوم علیہ السلام کا قول نہیں سنا: "مَنْ رَجَا شَيْئاً طَلَبَہُ" "جو شخص کسی چیز کی آرزو رکھتا ہے اس کو طلب کرتا ہے" اور یہ حقیقت بھی ہے کیونکہ تم دنیوی امور میں آرزومند اہل دنیا کے حالات میں اس مطلب کو دیکھو گے کہ جب وہ کسی شخص یا شئے سے کسی خیر کی امید کرتے ہیں تو وہ اپنی امید کی مقدار بھر اس شخص سے اس کو طلب کرتے ہیں کیا آپ نہیں دیکھتے کہ تاجر اپنی تجارت سے جدا نہیں ہوتا، ہنرمند اپنے ہنر سے چپکا رہتا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ تجارت اور پیشہ میں بھلائی کی امید کرتے ہیں اسی طرح ہر جماعت اپنی مراد کو اس چیز میں تلاش کرتی ہے جس میں ان کو امید ہوتی ہے اور جب تک ان کو مل نہیں جاتا جدا نہیں ہوتے، مگر جنت اور آخرت کا امیدوار اور فضل و کرامت الٰہی کا امیدوار۔ صفات کے یہ آثار ایسے نہیں ہیں جن کا خداوند عالم نے حکم لگایا ہو اور آپ روش الٰہی میں کوئی تبدیلی نہیں دیکھیں گے لیکن گڑبڑی دعوے کی حقیقت سے مشتبہ ہونے میں پیش آتی ہے ورنہ جب ذرّہ برابر امید نظر آتی ہے تو اس کے پاس اتنی ہی طلب ہوتی ہے اور اسی طرح الٰی آخر اس مطلب کو اخذ کر لیجئے۔

آرزو ہی کی طرح تسبیح، تہلیل، تحمید، تضرع، استکانت، خوف، استغفار اور توبہ جیسے مطالب دعا ہیں کیونکہ ان میں سے ہر ایک کی کچھ حقیقتیں اور دعوے ہیں چنانچہ حقیقت کا اثر تخلف پذیر نہیں ہوتا ہے۔

---

[1] وسائل الشیعہ جلد ۴۔ ۱۱۰۶، حدیث ۸۷۰۷۔

۶۔دل پر خضوع اور رقت طاری کرنا

جب انسان اپنی دعا مستجاب کرانے کا ارادہ کرے تو اس کے لئے قلب پر رقت طاری کرنا ضروری ہے اور انسان اپنے دل پر رقت طاری کرنے کی کوشش کرے اس لئے کہ جب دل پر رقت طاری ہوجاتی ہے تو وہ صاف وشفاف ہوجاتا ہے، اللہ اور اس بندے کے درمیان سے مانع ہونے والی چیزیں ہٹ جاتی ہیں اور بندہ اللہ سے قریب ہوجاتا ہے۔

دعا اور سوال کرنے کے طریقوں میں دل پر رقت طاری ہونا مؤثر ہے اور روایات میں دعا کرتے وقت اپنے کو اسکی بارگاہ میں ذلیل وخوار کرکے پیش کرنا وارد ہوا ہے۔احمد بن فہد حلی نے کتاب (عدۃ الداعی) میں نقل کیا ہے:

"آنّ رسول الله صلی الله علیه وآله وسلم اذا ابتهل ودعا کان کمایستطعم المسکین"[۱]

"جب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گریہ وزاری فرماتے تھے تو آپ کی وہی حالت ہوتی تھی جو مسکین کی کھانا طلب کرتے وقت ہوتی ہے"

روایت کی گئی ہے کہ جب اللہ نے جناب موسیٰ علیہ السلام پر وحی نازل فرمائی:

"ألق کفیك ذُلّابین یدیّ کفعل العُبید المستصرخ الی سیّده. فاذا فعلت ذالك رحمت، وأنا اکرم الأکرمین القادرین"[۲]

"میرے سامنے تم اُس ذلیل وخوار غلام کی طرح آؤ جو اپنے آقا کے سامنے بالکل ذلیل وخوار ہوتا ہے اس لئے کہ جب وہ غلام ایسا کرتا ہے تو آقا اس پر رحم کرتا ہے اور میں سب سے زیادہ اکرام کرنے اور قدرت رکھنے والا ہوں"

محمد بن مسلم سے مروی ہے کہ امام محمد باقر علیہ السلام سے خداوند عالم کے اس فرمان:

"فَمَا اسْتَكَانُوا لِرَبِّهِمْ وَمَا يَتَضَرَّعُونَ"[۳]

"پس وہ اپنی سرکشی پر اڑے رہیں گے اور گمراہ ہی ہوتے جائیں گے" کے متعلق سوال کیا تو آپ نے فرمایا:

"سألت اباجعفر علیه السلام عن قول الله عزّوجلّ: "فَمَا اسْتَكَانُوا لِرَبِّهِمْ وَمَا يَتَضَرَّعُونَ"

فقال علیه السلام: الاستکانة هی الخضوع، والتضرع، هو رفع الیدین والتضرع بهما"[۴]

"استکانت سے مراد خضوع اور تضرع سے مراد دونوں ہاتھوں کو بلند کرکے خدا کی بارگاہ میں گڑگڑانا"

دعا میں اس طرح کے طریقوں کا مقصد لوگوں کے لئے واضح نہیں ہے، شک کرنے والے لوگ، لوگوں کو دعا کے طریقوں

[۱] عدۃ الداعی صفحہ ۱۳۹، والمجالس للمفید صفحہ۔۲۲۔

[۲] عدۃ الداعی صفحہ ۱۳۹۔

[۳] سورہ مومنون آیت۔۷۶۔

[۴] اصول کافی جلد ۲ صفحہ ۳۴۸

میں شک کرنے والا بنا دیتے ہیں۔ہم دونوں ہاتھوں کو آسمان کی طرف اٹھا کر کیوں دعا کریں؟ کیا اللہ آسمان کی طرف ہے جو ہم آسمان کی طرف ہاتھوں کو بلند کریں؟ ائمہ اہل بیت علیہم السلام نے ان کے لئے یہ بیان فرمادیا ہے کہ اللہ ہر جگہ ہے لیکن دعا کے اس طریقہ کو ہم نے اللہ کے سامنے خضوع وخشوع کرنے سے اخذ کیا ہے اور یہ علامت ونشانی دل پر رقت طاری ہونے اور سختی کو دور کرنے اور اللہ کے سامنے خضوع وخشوع پیش آنے میں مؤثر ہے۔

طبرسی نے کتاب احتجاج میں ابا قرہ سے نقل کیا ہے کہ میں نے امام رضا علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا:

"مابالکم اذا دعوتم رفعتم ایدیکم الی السماء؟قال ابو الحسن؈:إنّ الله استعبد خلقه بضروب من العبادة... واستعبد خلقه عند الدعاء والطلب والتضرع ببسط الایدی ورفعها الیٰ السماء لحال الاستکانة، علامة العبودیة والتذلل له"[1]

"کیا وجہ ہے کہ آپ دعا کرتے وقت ہاتھوں کو آسمان کی طرف بلند کرتے ہیں؟ ابوالحسن علیہ السلام نے فرمایا: خداوند عالم نے بندوں کو عبادت کے کئی طریقہ بتلائے ہیں اور اس نے اپنی مخلوق کو دعا، تضرع اور طلب کرتے وقت ہاتھوں کو آسمان کی طرف بلند کر کے خشوع کی حالت کی تعلیم دی ہے اور یہ خدا کی عبودیت اور خشوع وخضوع کی علامت ہے"

رقت طاری ہونے کے اوقات میں رحمت نازل ہوتی ہے۔انسان اللہ سے دعا کرتے وقت اس وقت کو غنیمت شمار کرے اس لئے کہ ان اوقات میں خداوند عالم کی بے حساب رحمت نازل ہوتی ہے، نہ یہ کہ خدا کی رحمت نازل ہونے کا کوئی وقت محدود اور مخصوص ہے بلکہ اللہ کی رحمت کے استقبال کرنے کا وقت محدود اور اس کی خاص حالت ہے اور وہ حالت رقت کا طاری ہونا ہے جب انسان کے دل پر رقت طاری ہوتی ہے تو اس کے لئے رحمت کا استقبال کرنا ممکن ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مروی ہے:

"اغتنموا الدعاء عند الرقة فإنّها رحمة"[2]

"رقت طاری ہونے کے وقت کو اپنے لئے غنیمت سمجھو اس لئے کہ یہ رحمت ہے"

ابوبصیر حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے نقل کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا:

"اذا رقّ احدکم فلیدع، فإنّ القلب لا یرقّ حتیٰ یخلص"[3]

"جب تم میں سے کسی ایک پر رقت طاری ہو جائے تو اسے دعا کرنا چاہئے اس لئے کہ جب تک دل میں اخلاص نہ ہو اس وقت تک اس پر رقت طاری نہیں ہوسکتی"

---

[1] اصول کافی صفحہ ۵۲۲۔وسائل الشیعہ جلد ۴:۱۱۰۱حدیث ۸۶۸۷۔

[2] بحار الانوار جلد ۹۳ صفحہ ۳۱۳۔

[3] وسائل الشیعہ جلد ۴:۱۱۲۰۔حدیث صفحہ ۸۷۶۱، اصول کافی جلد ۲ صفحہ ۵۲۱۔

امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں:

"اذا اقشعرّ جلدك ودمعت عيناك، فدونك دونك فقد قصد قصدك"[1]

"جب تمہاری جلد کے رونگٹے کھڑے ہوجائیں اور تمہاری آنکھوں سے آنسو جاری ہوجائیں تو اس حالت کو ضرور غنیمت سمجھو کیونکہ تمہاری یاد کی برآوری نزدیک ہوچکی ہے"

حدیث بہت دقیق ہے، بیشک دعا مستجاب ہونے کے لئے دعا کرنے والے کی حالت کا براہ راست رابطہ ہے، جب دل پر رقت طاری ہوجاتی ہے اور اس میں خشوع آجاتا ہے تو دعا کرنے والا دعا کے مستجاب ہونے کے بہت قریب ہوجاتا ہے اس کے بر خلاف جب دعا کرنے والا اقسی القلب ہوجاتا ہے تو اس کی دعا مستجاب ہونے سے بہت دور ہوجاتی ہے۔

اسلامی نصوص میں وارد ہوا ہے کہ نفس کے انکسار اور دل پر رقت طاری ہونے کے وقت سے استفادہ کرنا چاہئے اس لئے کہ انسان اس دنیا کے مصائب کو اللہ سے دعا اور سوال کرکے آسان کرلیتا ہے۔

یہی اوقات انسان کو اللہ کی بارگاہ میں جھکنے اور اس کی رحمت کا استقبال کرنے کے لئے زیادہ آمادہ کرتے ہیں، اس کا راز یہ ہے کہ انسان خود پر طاری ہونے والی رقت کے بغیر خدا کے سامنے جھکنے اور رحمت کا استقبال کرنے کے لئے متمکن نہیں ہوتا ہے، جو انسان اللہ کی بارگاہ میں جھکنا اور دعا کرنا چاہتا ہے اس کے لئے دعا میں رقت کا طاری کرنا ضروری ہے۔

اسحاق بن عمار سے مروی ہے: میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت اقدس میں عرض کیا:

"ادعوا فاشتهي البكاء، ولا يجيئني، وربّما ذكرت بعض مَنْ مات مِنْ أهلي فأرقّ وابكي، فهل يجوز ذالك؟ فقال: نعم، فتذكّر فاذا رقّقت فابكِ، وادع ربك تبارك وتعالیٰ"[2]

"میں دعا کرتا ہوں اور رونا چاہتا ہوں لیکن مجھے رونا نہیں آتا لیکن جب اپنے مرنے والے رشتہ داروں کو یاد کرتا ہوں تو گریہ کرنے لگتا ہوں کیا یہ جائز ہے امام علیہ السلام نے فرمایا: ہاں تم ان کو یاد کرو اور جب رقت پیدا ہوجائے تو گریہ کرو اور خداوند عالم سے دعا کرو"

سعد بن یسار سے مروی ہے کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا:

"إنّي اتباكى في الدعاء، وليس لي بكاء. قال: نعم"[3]

"میں دعا کرتے وقت دوسروں کو رُلا دیتا ہوں لیکن خود نہیں روتا۔

تو آپ نے فرمایا: ہاں یعنی بہت اچھی بات ہے"

ابوحمزہ سے مروی ہے کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے ابوبصیر سے فرمایا:

---

[1] وسائل الشیعہ جلد ۴ صفحہ ۱۱۴۱، حدیث۔ ۸۷۶۳۔

[2] اصول کافی جلد ۲ صفحہ ۵۲۳۔ وسائل الشیعہ جلد ۴ صفحہ ۱۱۲۲۱ حدیث ۸۷۶۷۔

[3] وسائل اشیعہ جلد ۴ صفحہ ۱۱۲۲ حدیث ۸۷۶۱۔ اصول کافی جلد ۲ صفحہ ۵۲۳۔

"إنْ خفت امراً یکون اَوحاجة تریدها، فأبدأبالله فمجّده، واثن علیه کما هواهله، وصلّ علیٰ النبی وسل حاجتك، وتباك۔۔إنّابی کان یقول:

إنّ اقرب مایکون العبدمن الربّ عزّوجلّ وهوساجدباكٍ"۔[1]

"اگرتم پرکوئی امر(بات)مخفی ہو یاتمہاری کوئی حاجت ہواورتم حاجت روائی چاہتے ہوتوتم اس کی ابتداءاللہ کی تمجید سے کرو، خدا کی ایسی حمدوثنا کروجس کاوہ اہل ہے، نبی پرصلوات بھیجواورحاجت پیش کرواورگریہ وزاری کرو۔۔۔بیشک میرے والد بزرگوارفرمایا کرتے تھے:بیشک پروردگارعالم کےسب سےزیادہ نزدیک وہ شخص ہے جوگریہ وزاری کی حالت میں سجدہ ریز ہو"

حضرت امام جعفرصادق علیہ السلام سجدوں میں یہ ذکرفرماتے تھے:

سجد وجهی الذلیل لوجهك العزیز، سجد وجهی البالی لوجهك الدائم الباقی، سجد وجهی الفقیر لوجهك الغنی سجد وجهی وسمعی وبصری ولحمی ودمی وجلدی وعظمی وما اقلت الارض منّی للهربّ العالمین"۔[2]

"میں اپنے حقیر چہرہ کے ذریعہ تیری مقتدرذات کے سامنے سجدہ ریز ہوامیں نے اپنے بوسیدہ چہرہ کے ذریعہ تیری بے نیاز ذات کے سامنے سجدہ کیامیں نے اپنے چہرے،کان،آنکھ،گوشت،خون،کھال،ہڈی اوران چیزوں کے ذریعہ تمام جہان کے پالنے والے خداکے سامنے سجدہ کیاجن کابارزمین پرہے"

۷۔مشکلات اورراحت وآرام میں ہمیشہ دعاکرنا

اسلامی روایات میں ہمیشہ آسانی کے وقت دعاکرنے کوپریشانی کے وقت دعاکرنے پرمقدم رکھنے پرزوردیاگیاہے۔

حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مروی ہے:

"تعرّف الی الله فی الرخاء یعرفك فی الشدّة"۔[3]

"تم آسانی کے وقت اللہ کوپہچانو(اللہ کاتعارف کراؤ)وہ تمہارا سختی کے وقت خیال رکھےگا(یعنی تمہاری مشکل آسان کردیگا)"

حضرت امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے:

"مَنْ تقدّم فی الدعاء استجیب له اذا نزل البلاء، وقیل:صوت معروف، ولم یحجب عن السماء، ومن لم یتقدم فی الدعاء لم یستجیب له اذانزل البلاء، وقالت الملا ئکة :ذاالصوت

[1] اصول کافی جلد ۲ صفحہ ۵۲۴،وسائل الشیعہ جلد ۴: ۱۱۲۲،حدیث ۸۷۷۰۔

[2] البلدالامین صفحہ ۳۳۱۔

[3] وسائل الشیعہ جلد ۴: ۱۰۹۷حدیث ۸۶۷۲۔

لانعرفه"[۱]

"جس شخص پر مصیبتیں پڑ رہی ہوں اور پھر بھی دعا کو مقدم رکھے یعنی دعا کرتا رہے تو اسکی دعا مستجاب ہوتی ہے، اور کہا گیا ہے کہ اسکی ایک مشخص و معین آواز ہوتی ہے جس میں آسمان بھی مانع نہیں ہوتے ہیں اور جو آسانی کے وقت دعا مقدم نہیں کرتا تو بلائیں نازل ہوتے وقت اس کی دعا قبول نہیں ہوتی اور ملائکہ کہتے ہیں: ہم اس آواز سے آشنا نہیں ہیں"

حضرت امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے:

"إنّ الدعاء فی الرخاء یستخرج الحوائج فی البلاء "[۲]

"آسانی کے وقت دعا کرنا مصیبتوں میں حاجتوں کو روا کرتا ہے"

امام جعفر صادق علیہ السلام کا ہی فرمان ہے:

"مَنْ سرّہ ان یُستجاب له فی الشدّة فلیکثر الدعاء فی الرخاء "[۳]

"اگر کوئی سختیوں میں اپنی دعا قبول کرانا چاہتا ہے تو اس کو آسانی کے اوقات میں بہت زیادہ دعائیں کرنا چاہئے" اور آپ ہی کا فرمان ہے:

"کان جدی یقول: تقدّموا فی الدعاء، فإنّ العبد اذا کان دعّاءً فنزل به البلاء فدعا، قیل: صوت معروف۔ واذا لم یکن دعّاءً، یقول: فنزل به البلاء، قیل: أین کنت قبل الیوم ؟"[۴]

"میرے جد فرمایا کرتے تھے: دعا میں پیش قدمی کرو بیشک جب بندہ بہت زیادہ دعا کرتا ہے اور اس پر مصیبتیں ٹوٹ پڑتی ہیں تو بھی دعا کرتا ہے، تو اس کو ندا دی جاتی ہے یہ جانی پہچانی آواز ہے اور جب وہ زیادہ دعا نہیں کرتا اور اس پر بلائیں نازل ہونے لگیں تو اس سے کہا جاتا ہے: اس سے پہلے تم کہاں تھے؟"

یہ روایات بہت ہی دقیق و لطیف معنی کی طرف اشارہ کرتی ہیں بیشک دعا کا مطلب اپنے کو اللہ کی بارگاہ میں جھکا دینا دعا کا پُر معنی اور دعا کو مستجاب ہونے کے نزدیک کرتا ہے اور جتنا زیادہ انسان اللہ کی بارگاہ میں جھکتا ہے اتنا ہی اس کی دعا قبول ہوتی ہے۔

جب انسان مکمل طور سے خدا کی بارگاہ میں خلوص دل سے اپنے کو جھکا دے اور بالکل خدا ہی سے لو لگائے تو اس وقت دعا اور دعا مستجاب ہونے کے درمیان کوئی رکاوٹ نہیں رہتی اور جتنا خدا کی بارگاہ میں جھکے گا اتنا ہی اس کی دعا مستجاب ہوگی، خدا کی بارگاہ میں جھکنا اور اس کے سامنے خشوع و خضوع سے پیش آنا انسان کو زیادہ دعا کرنے کے لئے آمادہ کرتا ہے۔

---

[۱] وسائل الشیعہ جلد ۴۔۱۰۹۶، حدیث۔ ۸۶۶۴۔
[۲] وسائل الشیعہ جلد ۴:۱۰۹۶، حدیث۔ ۸۶۶۵۔
[۳] وسائل الشیعہ جلد ۴۔۱۰۹۶، حدیث۔ ۸۶۶۰۔
[۴] وسائل الشیعہ جلد ۴۔۱۰۹۶، حدیث۔ ۸۶۶۷۔

انسان کی زندگی کا کوئی بھی عمل ہو اس کی شان یہی ہونی چاہئے اور انسان جتنی زیادہ دعا کرے گا اتنا ہی اس کا دل اللہ کی بارگاہ میں جھکے گا اور اس کا دل اللہ کی اطاعت کرنے کے لئے آمادہ ہوگا۔

پس جب انسان پر مصیبت پڑے گی اور اس کا دل مصیبت نازل ہوتے وقت اللہ کا مطیع ہوگا اور فوری طور پر خدا کی طرف متوجہ ہوگا تو اسکی دعا استجابت کے قریب ہوگی اور اس دن اسکی دعا اور استجابت کے درمیان کوئی چیز حائل نہیں ہوگی۔

فضل بن عباس سے مروی ہے:

"قال لی رسول اللهﷺ: احفظ الله یحفظك۔ احفظ الله تجده امامك۔ تعرّف الی الله فی الرخاء یعرفك فی الشدّة"[۱]

"مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا: اللہ کو یاد کرو وہ تمہاری حفاظت کرے گا، اللہ کو یاد کرو وہ تمہاری حفاظت کرے گا، اللہ کو یاد کرو تو تم اس کو اپنے سامنے پاؤ گے تم آسانیوں میں خدا کا تعارف کراؤ وہ تمہارا سختیوں میں تعارف کرائیگا"

حضرت علی بن الحسین علیہما السلام سے مروی ہے:

"لم أرَ مثل التقدم فی الدعاء، فانّ العبد لیس تحضره الاجابة فی کلّ ساعة"[۲]

"دعا کو مقدم کرنے سے زیادہ میں کسی چیز کو نہیں سمجھتا اس لئے کہ بندہ کی دعا ہر وقت قبول نہیں ہوتی ہے"

جناب ابوذر سے مروی ہے:

"قال رسول اللهﷺ: یاأباذر تعرّف الیٰ الله فی الرخاء یعرفك فی الشدّة. فإذاسألت فاسأل الله، واذا استعنت فاستعن بالله"[۳]

"رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے مجھ سے فرمایا: اے ابوذر تم آسانیوں میں اللہ کی معرفت حاصل کرو تو وہ تمہارا سختیوں میں تعارف کرائیگا اور جب تمھیں کوئی سوال درپیش ہو تو اللہ سے سوال کرو اور جب کسی مدد کی ضرورت پڑے تو اللہ سے مدد مانگو"

حضرت ابوجعفر علیہ السلام سے مروی ہے:

"ینبغی للمؤمن أنْ یکون دعائه فی الرخاء نحواًمن دعائه فی الشدّة. لیس اذااعطی فتر، فلا تملّ الدعاء فإنّه من الله عزّوجل بمکانٍ"

"مومن کو سختی اور آسانی دونوں میں ایک ہی طریقہ سے دعا کرنا چاہئے ایسا نہیں ہونا چاہئے کہ نعمت ملنے کی صورت میں دعا میں سستی پیدا ہو جائے لہٰذا دعا کرنے سے مت تھکو کیونکہ دعا کا خداوند عالم کے نزدیک درجہ ہے"

---

[۱] من لایحضرہ الفقیہ جلد ۲۔ صفحہ ۳۵۸۔

[۲] ارشاد مفید صفحہ ۲۷۷۔

[۳] وسائل الشیعہ جلد ۴ صفحہ ۱۰۹۸، عدۃ الداعی لابن فہد حلی صفحہ ۱۲۷۔

۸۔عہد خدا کو وفا کرے

تفسیر قمی میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے:

"إن الله تعالیٰ یقول: اُدْعُوْنِیْٓ اَسْتَجِبْ لَكُمْ [۱] وإنّا ندعوه فلا یستجاب لنا فقال: "لأنكم لا توفون بعهد الله وإن الله یقول: "أفوا بعهدی أوفِ بعهدكم" [۲] والله لو وفیتم لله لوفیٰ لكم" [۳]

آپ سے سوال کیا گیا کہ خداوند عالم فرماتا ہے: "اُدْعُوْنِیْٓ اَسْتَجِبْ لَكُمْ" "تم مجھ سے دعا کرو میں پوری کرونگا" ہم دعا کرتے ہیں لیکن قبول نہیں ہوتی ہے۔ آپ نے فرمایا: تم اللہ کے عہد کو پورا نہیں کرتے ہو اور اللہ فرماتا ہے:

"اَوْفُوْا بِعَهْدِیْٓ اُوْفِ بِعَهْدِكُمْ"

"تم میرے عہد کو پورا کرو میں تمہارے عہد کو پورا کرونگا"

۹۔دعا اور عمل کا ساتھ

دعا قبول ہونے کی شرطوں میں سے ایک شرط یہ ہے کہ دعا عمل سے متصل ہونی چاہئے، بغیر عمل کے دعا کسی کو فائدہ نہیں پہنچاتی ہے اور عمل دعا سے بے نیاز نہیں کرسکتا ہے۔

اس میں دو باتیں ہیں: پہلی بات یہ ہے کہ: دعا عمل کے بغیر نہیں ہوسکتی ہے

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جناب ابوذر سے فرمایا:

"یا أباذر مثل الّذی یدعو بغیر عمل كمثل الذی یرمی بغیر وتر" [۴] "اے ابوذر عمل کے بغیر دعا کرنے والا اس تیر چلانے والے شخص کے مانند ہے جو بغیر کمان کے تیر پھینک رہا ہو"

عمر بن یزید سے مروی ہے: میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت اقدس میں عرض کیا کہ ایک شخص کہتا ہے:

"لأقعدنّ فی بیتی، ولأصلینّ ولأصومنّ، ولأعبدنّ ربّی، فأمّا رزقی فسیأتینی، فقال: هذا احد الثلاثة الّذین لا یستجاب لهم" [۵]

"میں اپنے گھر میں بیٹھوں گا، نماز پڑھونگا، روزے رکھوں گا اور اپنے پروردگار کی عبادت کرونگا اور مجھے بغیر کام کئے رزق بھی ملے گا"

---

[۱] وسائل الشیعہ جلد ۴ صفحہ ۔۱۱۱۱ حدیث ۔۸۷۲۹۔

[۲] سورہ مومن آیت ۶۰۔

[۳] تفسیر الصافی: ص ۵۷ (طحجریہ) تفسیر آیت ۱۸۶ از سورہ بقرہ

[۴] وسائل الشیعہ کتاب الصلاۃ ۔ابواب دعا باب ۳۲ ح ۳۔

[۵] وسائل الشیعہ جلد ۴: ۱۱۶۰ ۔حدیث ۔۸۹۱۳۔

آپ نے فرمایا: یہ ان تین افراد میں سے ہے جن کی دعا قبول نہیں ہوتی“

امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے:

"الداعی بلا عمل کالرامی بلا وتر" [1]

”بغیر عمل دعا کرنے والا اس تیر چلانے والے کے مثل ہے جو بغیر کمان کے تیر چلا رہا ہے“

آپ ہی کا فرمان ہے:

"ثلاثة ترد علیهم دعوتهم:

رجل جلس فی بیته وقال: یارب ارزقنی، فیُقال له: الم اجعل لك سبیلاً الیٰ طلب الرزق..." [2]

”تین طرح کے لوگوں کی دعا رد کردی جاتی ہے:

ایک وہ شخص ہے جو اپنے گھر میں بیٹھ کر کہے: اے پروردگار مجھے رزق عطا کر تو اس کو جواب دیا جاتا ہے: کیا میں نے تمہارے رزق طلب کرنے کے لئے کوئی راستہ معین نہیں کیا ہے۔۔۔“

اگر کوئی باپ اپنے بیٹے کی اصلاح اور ہدایت کے لئے خدا سے دعا کرے لیکن وہ اس کی تربیت کا کوئی اہتمام نہ کرے تو اس کی دعا قبول نہیں ہوگی، اور یہ دعا ان چیزوں میں سے ہے جو اس کے مستجاب ہونے میں رکاوٹ ڈالتی ہے اسی طرح اگر کوئی مریض ڈاکٹر سے مراجعہ کئے بغیر اپنے مرض سے چھٹکارے کی خاطر خدا سے دعا کرتا ہے اور دوا نہیں کھاتا ہے اور شفاء کے لئے دوسری لازمی چیزوں کو بروئے کار نہیں لاتا ہے تو یہ دعا کے مستجاب ہونے میں مانع ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ عمل دعا سے بے نیاز نہیں ہے عمل کے بغیر دعا نہیں ہوسکتی۔

حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا:

"یدخل الجنة رجلان کانا یعملان عملاً واحداً، فیریٰ احدهما صاحبه فوقه فیقول: یارب بم اعطیته وکان عملنا واحداً؟ فیقول الله تعالیٰ: سألنی ولم تسألنی۔

ثم قال: اسألوا الله من فضله، واجزلوا فانّه لایتعاظمه شیء" [3]

”جنت میں ایسے دو مرد داخل ہوں گے جن کا عمل ایک ہی ہوگا لیکن ان میں ایک اپنے کو دوسرے سے برتر دیکھے گا تو ایک کہے گا:

پروردگار اس کو مجھ سے زیادہ کیوں عطا کیا جبکہ ہم دونوں نے ایک ہی عمل انجام دیا تھا۔

---

[1] وسائل الشیعہ جلد ۴: ۱۱۷۵۔ حدیث ۸۹۶۵۔

[2] وسائل الشیعہ جلد ۴۔ ۱۱۷۵، حدیث۔ ۸۹۶۵۔

[3] وسائل الشیعہ جلد ۴ صفحہ نمبر ۱۰۸۴۔ حدیث۔ ۸۶۰۸۔

پروردگار عالم جواب دیگا: اُس نے مجھ سے سوال کیا لیکن تم نے سوال نہیں کیا

پھر فرمایا: اللہ کے فضل سے سوال کرو اور اسکے علاوہ کوئی اور چیز اسکے نزدیک بڑی نہیں ہے" یہ بھی رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ہی فرمان ہے:

"إنّ للّٰه تعالیٰ عباداً یعملون فیعطیهم، وآخرین یسألون صادقین فیعطیهم ثم یجمعهم فی الجنة، فیقول الذین عملوا: ربّنا عملنا فأعطیتنا، فبما اعطیت هٰؤلاء؟

فیقول: هٰؤلاء عبادی۔ اعطیتکم اجورکم ولم ألتکم من اعمالکم شیئاً، وسألنی هٰؤلاء فأعطیتهم واغنیتهم، وهوفضلی اوتیه مَنْ اشاء" [۱]

"بیشک جن بندوں نے اس کی عبادت عمل کے ساتھ کی خداوند عالم نے ان کو عطا کیا، اور دوسروں نے صدق دل سے سوال کیا تو ان کو بھی عطا کیا پھر ان سب کو اس نے جنت میں داخل کر دیا تو عمل کرنے والے کہیں گے: پروردگار ہم نے عمل کیا تو تو نے ہم کو عطا کیا لیکن تو نے ان کو کیوں عطا کیا، جبکہ انھوں نے عمل نہیں کیا؟

پروردگار کہے گا: اے میرے بندو! میں نے تم کو تمہارے عمل کی اجرت عطا کی، لیکن رہا تمہارا یہ سوال کہ ان کو کیوں عطا کیا ان کو غنی کیوں کیا؟ وہ تو میرا فضل ہے جس پر ہو جائے"

۱۰۔ سنت الٰہی میں کوئی تبدیلی نہیں ہوتی

دعا کا مطلب فطرت، کائنات، معاشرہ اور تاریخ میں شگاف ڈالنا نہیں ہے اور اللہ کی سنتوں میں کوئی تغیر و تبدل نہیں ہو سکتا۔

دعا کرنے والے کو دعا میں ان چیزوں کا سوال نہیں کرنا چاہیے جو معاشرہ، تاریخ اور یا عالم فطرت و کائنات یا شریعت الٰہیہ کے خلاف ہوں۔

حضرت امیر المومنین علیہ السلام سے سوال کیا گیا:

"ایّ دعوة اضلّ؟

قال: الداعی بما لا یکون" [۲]

"کون سی دعا سب سے زیادہ گمراہ کرنے والی ہے؟

آپ نے فرمایا: نہ ہونے والی چیز کے بارے میں سوال کرنا"

حضرت امیر المومنین علیہ السلام سے مروی ہے:

---

[۱] وسائل الشیعہ ۴: ۱۰۸۴۔ حدیث۔ ۸۶۰۹۔

[۲] بحار انوار جلد ۹۳۔ صفحہ ۳۲۴۔

"ویاصاحب الدعا لاتسأل مالایکون ومالایحل"

"اے دعا کرنے والے جو چیز نہ ہونے والی ہواور جو چیز محال ہواس کے بارے میں سوال نہ کر۔

اور"مالایکون"جو چیز نہ ہونے والی ہو یعنی معاشرے، تاریخ یا فطرت، کائنات میں سنت الٰہی میں تغیر وتبدل کی دعا کرنا۔

اور"مالایحل"حلال نہ ہوں، یعنی انسانی حیات میں اللہ کے نظام شریعت کی مخالفت کرنا۔اس سلسلہ میں خداوند عالم فرماتا ہے:

"اِنْ تَسْتَغْفِرْ لَھُمْ سَبْعِیْنَ مَرَّۃً فَلَنْ یَّغْفِرَ اللّٰہُ لَھُمْ "[1]

"اگر ستر مرتبہ بھی استغفار کریں گے تو خدا انھیں بخشنے والا نہیں ہے"

۱۱۔گناہوں سے اجتناب

دعا مستجاب ہونے کی ایک شرط گناہوں سے اجتناب اور ان کی طرف توجہ کرنا ہے، بیشک دعا کا جوہر اپنے کو خدا کی بارگاہ میں پیش کرنا ہے، کیسے انسان اللہ کی معصیت کرنے کی تمرین کرتا ہے اس کے امر اور حکم سے روگردانی کرتا ہے، اللہ کی بارگاہ میں توبہ نہیں کرتا اور اپنے کو اللہ کی بارگاہ میں کیسے پیش کرے؟

محمد بن مسلم امام محمد باقر علیہ السلام سے نقل کرتے ہیں:

"انّ العبد یسأل اللہ تعالیٰ الحاجۃ، فیکون من شأنہ قضاؤُھا الیٰ اجلٍ قریب، أو الیٰ وقت بطیءٍ، فیذنب العبد ذنباً، فیقول اللہ تعالیٰ للملك :لاتقض حاجتہ، واحرمہ ایّاھا، فانّہ تعرّض لسخطی واستوجب الحرمان منّی"[2]

"جب بندہ اللہ سے اپنی حاجت طلب کرتا ہے تو پروردگار عالم کی شان یہ ہے کہ اس کی حاجت کو کچھ مدت کے بعد پورا کرے یا کچھ تاخیر سے پورا کرے تو بندہ گناہ کرنے لگتا ہے پروردگار عالم فرشتہ سے کہتا ہے:اس کی حاجت پوری نہ کرنا، اس کو محروم اور دور رکھنا وہ مجھ سے سختی کے ساتھ پیش

آیا لہٰذا وہ مجھ سے محروم ہونے کا سبب بنا"

حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مروی ہے:

"مرّ موسیٰ برجل وھو ساجد، فانصرف من حاجتہ وھو ساجد، فقال ؑ:لو کانت حاجتك بیدی لقضیتھا لك، فأوحیٰ اللہ الیہ، یاموسیٰ لو سجد حتی ینقطع عنقہ ماقبلتہ (ما استجبت لہ) حتیٰ یتحوّل

[1] سورۂ توبہ آیت۔۸۰۔

[2] اصول کافی جلد ۲ صفحہ۔۴۴۰۔

عمّا أکرہ الیٰ ما اُحبّ"۔[1]

"ایک مرتبہ موسیٰ علیہ السلام ایک سجدہ کرنے والے کے پاس سے گزرے، وہ جب سجدہ میں اپنی حاجت طلب کر کے اٹھا تو جناب موسیٰ نے فرمایا: تم اپنی حاجت مجھ سے بیان کرو میں پورا کرونگا، اللہ نے وحی نازل کی اے موسیٰ یہ بندہ اگر اتنے سجدے کرے کہ اسکی گردن بھی سجدہ کی حالت میں کٹ جائے تو بھی اس کی دعا مستجاب نہیں ہوگی جب تک وہ اس ناپسند گناہ کو ترک نہ کرے"

۱۲۔اجتماعی طور پر دعا کرنا اور مومنین کا آمین کہنا

اسلامی روایات میں مومنین کے ایک ساتھ جمع ہوکر دعا کرنے پر بہت زور دیا گیا ہے:

مومنین کے اللہ کی بارگاہ میں ایک ساتھ جمع ہونے پر اللہ نے ہمیشہ ان پر رحمت نازل کی ہے۔مومنین نے اجتماع نہیں کیا اور اللہ ان کے اس اجتماع سے راضی نہیں ہوا مگر یہ کہ ان کا اجتماع اللہ کی رحمت سے بہت زیادہ قریب ہے اور ان پر اللہ کی رحمت اور فضل کی منازل میں سے ہے۔

ابن خالد سے مروی ہے کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا:

"مامِنْ رهط اربعين رجلاً اجتمعوا ودعوا الله عزّوجلّ فی امر الّا استجاب لهم، فان لم يكونوا اربعين فأربعة يدعون الله عزّوجلّ عشر مرّات الّا استجاب الله لهم فانّ لم يكونوا اربعة فواحد يدعوا الله اربعين مرّة، فيستجيب الله العزيز الجبّار لهم"۔[2]

"کوئی ایسا گروہ نہیں ہے کہ اگر چالیس آدمی جمع ہوکر اللہ سے دعا کریں تو خدا ان کی دعا قبول کرے گا اگر چالیس آدمی جمع نہ ہوسکیں تو چار آدمی جمع ہوکر دس مرتبہ دعا کریں تو خدا ان کی دعا مستجاب کرے گا، اور اگر چار آدمی جمع نہ ہوسکیں تو ایک آدمی چالیس مرتبہ دعا کرے تو خداوند عزیز وجبار اس کی دعا قبول کرے گا"

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے:

"كان أبي اذا حزنه أمر دعا النساء والصبيان ثمّ دعا وأمّنوا"۔[3]

"میرے پدر بزرگوار جب محزون ہوتے تو مجھے اور عورتوں کو جمع کرتے پھر دعا کرتے اور ان سے آمین کہلواتے"

۱۳۔آزادانہ طور پر، کسی تکلف کے بغیر دعا

انسان کے لئے خداوند عالم سے آزادانہ اور کسی تکلف کے بغیر دعا کرنا سب سے بہترین چیز ہے بیشک دعا کی حقیقت بھی یہی

[1] عدۃ الداعی صفحہ ۱۲۵۔

[2] اصول کافی جلد ۲ صفحہ ۵۲۵۔

[3] اصول کافی جلد ۲ صفحہ ۵۳۵، وسائل الشیعہ جلد ۴: ۱۱۴۴ حدیث۔ ۸۸۶۳۔

ہے کہ وہ اللہ سے سوال کرتے وقت گریہ وزاری کرے گڑگڑا کر دعا مانگے کسی طرح کا کوئی تکلف نہ کرے روایات میں وارد ہونے والی دعائیں پڑھے اور دعا کرنے والا کسی طرح بھی دعا کرتے وقت اس حالت کو نہ چھوڑے اس لئے کہ انسان اللہ سے گڑا گڑا کر دعا کرتے وقت اپنے نفس میں اس چیز کا احساس کرتا ہے جس کا وہ روایات میں وارد ہونے والی دعاؤں کو پڑھتے وقت احساس نہیں کرتے ہیں۔

اس لئے دعا کرتے وقت انسان کو اپنے نفس میں اس حالت کا خیال رکھنا چاہئے کہ اللہ سے گڑا گڑا کر اور گریہ وزاری کر کے دعا مانگنے میں کسی تکلف سے کام نہ لے۔کبھی کبھی ائمہ معصومین دعا کرنے والے کو بے تکلف ہو کر دعا کرنے کی تلقین فرماتے تھے روایات میں وارد ہونے والی دعاؤں کے ذریعہ نہیں، اسلئے کہ کہیں ماثورہ دعاؤں کے ذریعہ دل کی یہ بے تکلفی ختم نہ ہو جائے۔

زرارہ سے مروی ہے کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا:

"علّمنی دعاءً۔

فقال: انّ أفضل الدعاء ما جریٰ علیٰ لسانك"[1]

"مجھ کو دعا کی تعلیم دیجئے۔

آپ نے فرمایا: سب سے افضل وہ دعا ہے جو تمہاری زبان پر جاری ہوتی ہے"

۱۴۔ نفس کو دعا،

حمد وثنائے الٰہی، استغفار اور صلوات پڑھنے کے لئے آمادہ کرنا

دعا یعنی خود کو اللہ کی بارگاہ میں پیش کرنا اور خود کو اس کی بارگاہ میں پیش کرنے کے لئے حضور نفس کا ہونا ضروری ہے۔حضور نفس کی ابتداء حمد وثنائے الٰہی سے کرے، اس کی نعمتوں اور فضل وکرم کا شکر ادا کرے، اللہ کے حضور میں اپنے گناہوں سے استغفار کرے، رسول اور اہل بیت رسول پر صلوات بھیجے دعا کے لئے حضور نفس کے یہی طریقے ہیں اور انسان اپنے خدا کی بارگاہ میں حاضر کرنے اور اس سے سوال کرنے کیلئے اپنے نفس کو آمادہ کرے، اکثر دعاؤں کے مقدمہ میں حمد وثنائے الٰہی، شکر، استغفار اور محمد وآل محمد پر صلوات بھیجنا وارد ہوا ہے۔

عیص بن قاسم سے مروی ہے کہ ابو عبد اللہ علیہ السلام نے فرمایا: جب بھی تم میں سے کوئی ایک خدا سے حاجت طلب کرنا چاہے تو اس کو سب سے پہلے اپنے پروردگار کی حمد وثنا کرنا چاہئے جب تم اپنی حاجتیں خدا سے طلب کرو تو اللہ کی تعریف وتمجید کرو، اور اس کی حمد وثنا کرتے ہوئے اس طرح کہو: یا أجود مَنْ اعطیٰ، ویا خیر من سُئل ویا أرحم مَنْ استُرحم، یا احد، یا صمد، یا من لم یلد ولم یولد، ولم یکن لہ کفوا احد، یا من لم یتخذ صاحبۃ ولا ولداً یا من یفعل مایشاء، ویحکم مایریدُ ویقضی ما اُحب، یا من یحول بین المرء وقلبہ، یا من ھو بالمنظر الاعلیٰ، یا من لیس کمثلہ شیء یا سمیع یا بصیر"

---

[1] الامان من الاخطار لابن طاؤس صفحہ ۳۔

اوراللہ عزوجل کے اسماء کی زیادہ تکرار کرو چونکہ خدا کے اسماء بہت ہیں اور محمد آل محمد پر صلوات بھیجو اور کہو

"اللّٰھم اوسع علیّ من رزقك الحلال ما اکفّ به وجهی، واودی به عنی(عن)امانتی، واصل به رحمی، ویکون عونالی فی الحج والعمرة"

اور یہ بھی نقل کیا ہے کہ:

"انّ رجلاً دخل المسجد فصلّی رکعتین ثم سأل الله عزّوجلّ وصلّی علی النبی ﷺفقال رسول الله عجّل العبد ربه، وجاء آخر فصلیٰ رکعتین، ثم اثنیٰ علی الله عزّوجل وصلّی علیٰ النبی ﷺ، فقال رسول الله ﷺ سل تعط "[1]

"ایک شخص مسجد میں آیا اور اس نے دو رکعت نماز پڑھنے کے بعد خدا سے اپنی حاجت طلب کی، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اس نے اپنے رب کی عبادت کرنے میں جلدی کی ہے: اور دوسرا شخص مسجد میں آیا اس نے دو رکعت نماز پڑھنے کے بعد خدا کی حمد وثنا کی، نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر صلوات بھیجی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: سوال کروتا کہ تم کو عطا کیا جائے"

ابو کہمس نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے نقل کیا ہے:

"دخل رجل المسجد فابتدأ قبل الثناء علی الله والصّلاة علی النبی فقال النبیعجّل العبد ربّه ثمّ دخل آخر فصلیٰ، واثنیٰ علی الله عزّوجل (۱)فصلّیٰ علیٰ رسول الله ﷺ، فقال رسول الله سل تعطه"[2]

"ایک شخص مسجد میں داخل ہوا تو اس نے اللہ کی حمد وثنا اور نبی پر صلوات بھیجنے سے پہلے نماز پڑھنا شروع کی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اس بندے نے اپنے رب کی عبادت کرنے میں جلد بازی سے کام لیا ہے، پھر دوسرا شخص مسجد میں داخل ہوا اس نے نماز پڑھی اور خدا کی حمد وثنا کی اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر صلوات بھیجی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: سوال کرتا کہ تجھکو عطا کیا جائے"

صفوان جمال نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے نقل کیا ہے کہ آپ نے فرمایا:

"کلّ دعاء یُدعیٰ الله عزّوجلّ به محجوب عن السماء حتّی یصلیٰ علی محمّد وآل محمّد"[3]

"اللہ سے کی جانے والی دعا اس وقت تک آسمان کے پردوں سے اوپر نہیں جاتی جب تک محمد وآل محمد پر صلوات نہ بھیجی جائے"

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے:

[1] اصول کافی جلد ۲ صفحہ ۵۲۴۔وسائل الشیعہ جلد ۴ صفحہ ۱۱۲۶ حدیث/۸۷۸۶۔

[2] وسائل الشیعہ جلد ۴ صفحہ ۱۱۲۷ حدیث/۸۷۸۸۔اصول کافی جلد ۲ صفحہ ۵۲۵۔

[3] اصول کافی جلد ۲ صفحہ ۵۲۸،وسائل الشیعہ جلد ۴ صفحہ ۱۱۳۵ حدیث ۸۸۲۶۔

"لایزال الدعاء محجوباً عن السماء حتّی یصلیٰ علی محمّد وآل محمّد" [۱]

"جب تک محمد وآل محمد پر صلوات نہ بھیجی جائے دعا آسمان کے پردوں سے اوپر نہیں جاسکتی ہے"

۱۵۔ خدا سے اس کے اسمائے حسنیٰ کے ذریعہ دعا کرنا

بیشک اللہ تبارک وتعالی اس بات کو پسند کرتا ہے کہ اس کے بندے اس کو اس کے اسمائے حسنیٰ کے ذریعہ پکاریں:

"قُلِ ادْعُوْا اللہَ اَوِ ادْعُوْا الرَّحْمٰنَ اَیًّامَّا تَدْعُوْا فَلَہُ الاَسْمَاءُ الْحُسْنیٰ" [۲]

"آپ کہہ دیجئے کہ اللہ کہہ کر پکارو یا رحمن کہہ کر پکارو جس طرح بھی پکاروگے اس کے تمام نام بہترین ہیں"

اللہ کے اسمائے حسنیٰ میں سے ہر ایک اسم اسکی رحمت اور فضل کے ابواب میں سے ایک باب کی کنجی ہے۔

شریعت اسلامیہ کی متعدد روایات میں پروردگار عالم کو اس کے اسمائے حسنیٰ کے ذریعہ دعا کرنے پر بہت زیادہ زور دیا گیا ہے، اور متعدد روایات میں وارد ہوا ہے جب مومن اللہ کو اس کے اسمائے حسنیٰ کے ذریعہ دس مرتبہ پکارتا ہے تو اللہ اس کی آواز پر لبیک کہتا ہے۔ امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے:

"من قال یاالله عشر مرّات قیل له: لبیك ما حاجتك" [۳]

"جس نے دس مرتبہ یا اللہ کہا تو اس کو ندا دی جاتی ہے بولو تمہاری کیا حاجت ہے؟"

ابو بصیر نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے نقل کیا ہے:

"من قال یاالله عشر مرّات قیل له: لبیك ما حاجتك؟" [۴]

"جب بندہ سجدے کی حالت میں دس مرتبہ یا اللہ، یا رباہُ، یا سیداہُ، کہتا ہے تو پروردگار اس کی دعا کو قبول کرتے ہوئے کہتا ہے: لبیک اے میرے بندے بتا تیری کیا حاجت ہے؟"

عبد اللہ بن جعفر نے قرب الاسناد میں مسعدہ بن صدقہ سے نقل کیا ہے:

"قل عشر مرّات یاالله یاالله فانّه لم یقله احدٌ مِنَ المؤمنین قط الّاقال له الربّ تبارك وتعالیٰ: لبیك یاعبدی سل حاجتك" [۵]

"دس مرتبہ یا اللہ یا اللہ کہو، جب بھی کوئی مومن اللہ کو دس مرتبہ پکارتا ہے تو خداوند عالم اس سے کہتا ہے: لبیک میرے بندے

---

[۱] مجالس مفید صفحہ ۶۰، وسائل الشیعہ جلد ۴: ۱۱۳۷ حدیث ۸۸۳۷۔

[۲] سورۂ اسراء آیت ۱۱۰۔

[۳] اصول کافی جلد ۲ صفحہ ۵۴۱۔ وسائل الشیعہ جلد ۴/ ۱۱۳۰، حدیث/ ۸۷۹۸۔

[۴] وسائل الشیعہ جلد ۴ صفحہ ۱۱۳۱۔ حدیث/ ۸۸۰۲۔

[۵] قرب الاسناد جلد ۲، وسائل الشیعہ جلد ۴: ۱۱۳۲، حدیث/ ۸۸۰۹۔

بتا تیری کیا حاجت ہے؟"

حضرت علی ابن الحسین علیہ السلام سے مروی ہے: رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک شخص کو یاارحم الراحمین کہتے سنا تو آپ نے اس شخص کا شانہ پکڑ کر فرمایا:

هٰذا ارحم الراحمين قد استقبلك بوجهه سل حاجتك"

یہ ارحم الراحمین ہے جس نے مکمل طور پر تمہاری طرف توجہ کی ہے"[1]

۱۶۔اپنی حاجتیں اللہ کے سامنے پیش کرو

پروردگار عالم جانتا ہے کہ ہم کیا چاہتے ہیں اور ہمارا کیا ارادہ ہے، وہ ہمارے سوال سے بے نیاز ہے لیکن خداوند عالم اپنی بارگاہ میں ہماری حاجتیں پیش کرنے کو پسند کرتا ہے۔

کبھی کبھی کوئی بندہ ایسا ہوتا ہے جو اپنے کو خدا سے بے نیاز سمجھتا ہے یہاں تک کہ نہ اس سے سوال کرتا ہے اور نہ ہی اس کی بارگاہ میں ہاتھ بلند کرتا ہے۔

بیشک جب انسان خدا کے سامنے اپنی حاجتیں پیش کرتا ہے تو وہ بندہ اس سے قریب ہوتا ہے، اس سے لولگاتا ہے، اس سے مانوس ہوتا ہے، وہ اپنے کو خدا کا محتاج ہونے کا احساس کرتا ہے اور خداوند عالم ان تمام چیزوں کو دوست رکھتا ہے۔

جب ہم اپنے تمام امور میں اللہ سے دعا کرتے ہیں تو خداوند عالم کو یہ اچھا لگتا ہے کہ ہم اس سے تفصیل کے ساتھ دعا کریں اختصار کے ساتھ دعا نہ کریں۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے:

"انّ الله تعالیٰ یعلم مایرید العبد اذا دعاه، ولکن یُحبّ ان یبث الیه الحوائج، فاذادعوت فسمّ حاجاتك"[2]

"بیشک جب بندہ خداوند عالم سے دعا کرتا ہے تو خدا جانتا ہے کہ بندہ کیا چاہتا ہے لیکن وہ یہ چاہتا ہے کہ بندہ اس کے سامنے نام بنام اپنی حاجتیں بیان کرے پس جب تم اس سے دعا کرو تو نام بنام اپنی حاجتیں بیان کرو"

۱۷۔دعا میں اصرار

دعا میں بہت زیادہ اصرار کرنے سے بندے کے خدا پر گہرے اعتماد اور خدا سے اپنی امیدیں رکھنے اور گہرے تعلقات کا پتہ چلتا ہے، انسان کا جتنا زیادہ اللہ پر اعتماد ہوگا اتنا ہی وہ دعا میں اصرار کرے گا، اسکے برعکس جب انسان کا اللہ پر کم اعتماد ہوتا ہے تو جب

[1] محاسبۃ النفس: ۱۴۸، وسائل الشیعہ جلد ۴/ ۱۱۳۲، حدیث/ ۸۸۱۵۔

[2] اصول کافی جلد ۲ صفحہ ۵۲۰، وسائل الشیعہ جلد ۴، ص ۱۰۹۱ حدیث ۸۶۴۲۔

اسکی دعا قبول نہیں ہوتی تو وہ دعا کرنا چھوڑ دیتا ہے اور مایوس ہوجاتا ہے۔

جس طرح دعا میں اصرار کرنے سے اللہ پر اعتماد اور اس سے گہرے تعلقات کا پتہ چلتا ہے اسی طرح دعا میں اصرار کرنے سے اللہ پر زیادہ اعتماد اور اس سے گہرا لگاؤ پیدا ہوجاتا ہے۔

جتنا انسان کا اللہ پر اعتماد اور اس سے لگاؤ ہوگا اتنا ہی وہ اللہ سے قریب ہوگا۔اسلامی روایات میں متعدد مرتبہ دعا میں اصرار کرنے اور کسی بھی حال میں دعا کے مستجاب نہ ہونے سے مایوس نہ ہونے پر زور دیا گیا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مروی ہے:

"انّ اللہ یُحبّ الملحّینَ فی الدعاء"[1]

"خداوند عالم دعا میں بہت زیادہ اصرار کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے"

یہ بھی آپ ہی کا فرمان ہے کہ:

"انّ اللہ یُحبّ السائل اللحوح"[2]

"خداوند عالم زیادہ اصرار کرنے والے سائل کو دوست رکھتا ہے"

امیر المومنین علیہ السلام سے مروی ہے:

"الدعاء ترس المؤمن ومتیٰ تکثر قرع الباب یُفتح لك"[3]

"دعا مومن کی سپر ہے اور جب بھی وہ بہت زیادہ دروازہ کھٹکھٹائے گا تو وہ کھل جائے گا"

امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے:

"الدعاء یردّ القضاء بعد ما اُبرم ابراماً فاکثر من الدعاء فانّه مفتاح کلّ رحمة ونجاح کلّ حاجة ولاینال ماعند الله عزّوجلّ الّا بالدعاء وانّه لیس باب یُکثر قرعه الا اوشك انْ یفتح لصاحبه"[4]

"محکم ومضبوط دعا سے قضا ٹل جاتی ہے، دعائیں بہت زیادہ کرو یہ ہر رحمت کی کنجی ہے۔ ہر حاجت وضرورت کی کامیابی کا سرچشمہ ہیں اور اللہ کے پاس جو کچھ ہے وہ دعا کے علاوہ کسی اور چیز سے حاصل نہیں کیا جاسکتا ہے، اور جب بھی کسی دروازے کو زیادہ کھٹکھٹایا جاتا ہے تو وہ کھٹکھٹانے والے کے لئے کھل جاتا ہے"

---

[1] بحار الانوار جلد ۹۳ صفحہ ۳۰۰۔

[2] بحار الانوار جلد ۹۳ صفحہ/ ۳۷۴۔

[3] وسائل الشیعہ جلد ۴ / ۱۰۸۵ حدیث/ ۸۶۱۲۔

[4] وسائل الشیعہ جلد ۴ / ۱۰۸۶ حدیث/ ۸۶۱۶۔

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے مروی ہے:

"انّ الله کرہ الحاح الناس بعضهم علیٰ بعض فی المسألة وأحبَّ ذلك لنفسه"[۱]

"خداوند عالم بعض بندوں کو بعض دوسرے بندوں کے سامنے گڑگڑانے اور خوشامد کرنے کو ناپسند کرتا ہے اور اپنی بارگاہ میں اصرار کرنے کو دوست رکھتا ہے"

حضرت علی علیہ السلام سے مروی ہے:

"فالحح علیه فی المسألة یفتح لك ابواب الرحمة"[۲]

"تم کسی مسئلہ میں اس (اللہ) سے اصرار کرو تو وہ تمہارے لئے رحمت کے دروازے کھول دیگا"

ولید بن عقبہ ہجری سے مروی ہے میں نے امام محمد باقر علیہ السلام کو یہ فرماتے سنا ہے:

"والله لایلحّ عبد مؤمن علیٰ الله فی حاجته الّاقضاها له"[۳]

"خدا کی قسم کوئی بندہ اپنی دعا میں خدا سے خوشامد نہیں کرتا مگر یہ کہ خدا اسکی دعا مستجاب کرتا ہے"

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام حضرت امام رضا علیہ السلام سے نقل فرماتے ہیں:

"رحم الله عبداً طلب من الله عزّ وجلّ حاجة فألحّ فی الدعاء استجیب له أو لم یستجب ثم تلا هذه الآیة "وَادْعُوْا رَبِّیْ عَسیٰ اَنْ لَااَکُوْنَ بِدُعَاءِ رَبِّیْ شَقِیّاً""

"خداوند عالم رحم کرے اس بندے پر جو اپنی دعا میں اصرار اور خوشامد کرتا ہے، اسکی دعا مستجاب کرے یا مستجاب نہ کرے پھر اس آیت کی تلاوت فرمائی:

"وَادْعُوْا رَبِّیْ عَسیٰ اَنْ لَااَکُوْنَ بِدُعَاءِ رَبِّیْ شَقِیّاً"۔[۴]

"اور اپنے رب کو آواز دونگا کہ اس طرح میں اپنے پروردگار کی عبادت سے محروم نہیں رہونگا"

حضرت امام باقر علیہ السلام سے مروی ہے:

"سل حاجتك والح فی الطلب فانّ الله یحبّ إلحاح الملحّین من عباده المؤمنین"[۵]

حضرت امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ:

---

[۱] بحارالانوار جلد ۹۴ ص ۳۷۴۔

[۲] بحارالانوار جلد ۷۷ صفحہ/ ۲۰۵۔

[۳] اصول کافی صفحہ/ ۵۲۰۔

[۴] سورۂ مریم آیت/ ۴۸۔

[۵] اصول کافی جلد ۲ ص ۵۲۰۔

"سل حاجتك وألحّ فی الطلب فإنّ الله يُحبّ إلحاح الملحّين من عباده المؤمنين" [1]

"خدا کی قسم کسی بندے نے اللہ سے دعا کرنے میں خوشامد نہیں کی مگر یہ کہ خدا نے اسکی دعا مستجاب فرمائی"

۱۸۔ایک دوسرے کے لئے دعا کرنا

اس سلسلہ میں عنقریب اس کتاب کی آئندہ آنے والی بحث" دعا کے سلسلہ میں کونسی چیزیں سزاوار ہیں اور کونسی چیزیں سزاوار نہیں ہیں" بیان کریں گے، اب ہم یہاں پر صرف اتنی ہی بحث کریں گے جو دعا کے آداب اور اس کی شرطوں سے متعلق ہے۔ پس جب انسان اللہ سے دوسروں کے لئے دعا مانگتا ہے اور اپنے اور اس دوست کے درمیان سے کینہ ونفرت دور کر دیتا ہے تو خداوند عالم اس کے لئے دروازہ کھول دیتا ہے۔ بیشک مومنین کا ایک دوسرے سے محبت،عطوفت اور مہربانی کرنا دعا کرنے والے اور جس کے لئے دعا کی جارہی ہے اس کے لئے اللہ کی رحمت کی کنجیوں میں سے ہے۔

دعا کرنے والے کے سلسلہ میں معاویہ بن عمار نے اامام جعفر صادق علیہ السلام سے نقل کیا ہے:

"الدعاء لاخيك بظهر الغيب يسوق الى الداعى الرزق ويصرف عنه البلاء ويقول الملك ولك مثل ذلك" [2]

"تمہاری نظروں سے پوشیدہ بھائی کے لئے تمہارے دعا کرنے سے تمہارے رزق میں برکت ہوتی ہے، دعا کرنے والے سے بلائیں دور ہوتی ہیں اور فرشتہ کہتا ہے: تمہارے لئے بھی ایسا ہی ہے جو تم نے دوسروں کے لئے دعا کی ہے (یعنی خداوند عالم تمہارے رزق میں بھی برکت کر دے گا"

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مروی ہے:

"مَنْ دعا لمؤمن بظهر الغيب قال الملك فلك مثل ذلك" [3]

"جو نظروں سے پوشیدہ مومن کے لئے دعا کرے تو فرشتہ کہتا ہے: تمہارے لئے بھی ایسا ہی ہے اس لئے کہ تم نے دوسرے کے لئے دعا کی ہے"

امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے:

"دعاء المرء لأخيه بظهر الغيب يدرّ الرزق ويدفع المكروه" [4]

"انسان کا اپنے غائب مومن بھائی کے لئے دعا کرنے سے اس کے رزق میں برکت ہوتی ہے اور اس سے بلائیں دور ہوتی

---

[1] قرب الاسناد ص ۵۲۰۔

[2] امالی طوسی جلد ۲ صفحہ ۲۹۰، بحار الانوار جلد ۹۳ صفحہ ۳۸۷۔

[3] امالی طوسی جلد ۲ صفحہ ۲۹۰، بحار الانوار جلد ۹۳ صفحہ ۳۸۴۔

[4] اصول کافی جلد ۲ صفحہ ۴۳۵، وسائل الشیعہ جلد ۴: ۱۱۴۵، حدیث ۸۸۶۷۔

ہیں“

ابن خالد قمّاط سے مروی ہے کہ حضرت امام باقر علیہ السلام نے فرمایا ہے:

"اسرع الدعاء نجحاً للإجابة دعاء الاخ لاخيه بظهر الغيب يبدأ بالدعاء لأخيه فيقول له ملك مو كّل به آمين ولك مثلاه" [۱]

”سب سے جلدی وہ دعا مستجاب ہوتی ہے جو کسی بھائی کے لئے اس کی غیر موجودگی میں کی جاتی ہے دعا کی ابتدا میں پہلے دوسرے کے لئے دعا کرنا شروع کرو تو اس کا موکل فرشتہ آمین کہتا ہے اور تمہارے لئے بھی ایسا ہی ہے“

اور جس کے لئے دعا کی جارہی ہے اس کے سلسلہ میں روایت نقل کی گئی ہے کہ:

"ادعني علیٰ لسان لم تعصني به۔

قال: یارب، انّی لی بذلك؟ قال: اُدعني علیٰ لسان غیرك" [۲]

اللہ تعالیٰ نے موسیٰ بن عمران سے کہا: مجھے اس زبان سے پکارو جس زبان سے تم نے گناہ نہ کئے ہوں۔

موسیٰ بن عمران نے عرض کیا: پالنے والے کیا میں ایسا کرسکتا ہوں؟ پروردگار نے فرمایا: مجھ سے کسی دوسرے کے لئے دعا کرو“

۱۹۔رحمت الٰہی نازل ہوتے وقت دعا

انسان پر دعا کے ذریعہ اللہ کی رحمت نازل ہوتی ہے:

دعا کے سب سے بہترین اوقات وہ اوقات ہیں جن میں رحمت نازل ہوتی ہے، انسان اللہ کی رحمت سے قریب ہوجاتا ہے۔

رحمت نازل ہونے کے بہت زیادہ اوقات ہیں:

قرآن کی تلاوت کرتے وقت، اذان کے وقت، بارش کے وقت، جنگ کے دوران شہید ہوتے وقت۔ یہ آخری وقت سب سے افضل وقت ہے چونکہ اس میں زمین والوں کیلئے اللہ کی رحمت کے دروازے کھل جاتے ہیں۔ سکونی نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے نقل کیا ہے کہ حضرت امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا:

اغتنموا الدعاء عند اربع: عند قراء القرآن، و عند الآذان، وعند نزول الغيث، وند التقاء

[۱] اصول کافی جلد ۲ صفحہ ۴۳۵، وسائل الشیعہ جلد ۴: ۱۱۴۵، حدیث ۸۸۶۷۔

[۲] بحار الانوار جلد ۹۳ صفحہ ۳۴۲، عدۃ الداعی صفحہ۔ ۱۲۸۔

الصفين للشاهادة۔ [1]

''چار موقعوں پر دعا کرنا غنیمت شمار کرو: قرآن کی تلاوت کرتے وقت، آذان کے وقت بارش ہوتے وقت اور جنگ کے دوران شہید ہوتے وقت''

حضرت امیر المومنین علیہ السلام سے مروی ہے:

اغتنمو الدعاء عند خمسة مواطن: عند قراءة القرآن، وعند الآذان، وعند نزول الغيث، وند التقاء الصفين للشهادة، وعند دعوة المظلوم، فانها ليس لها حجاب دون العرش۔ [2]

''پانچ موقعوں پر دعا کرنا غنیمت سمجھو: تلاوت قرآن کے وقت، بارش ہوتے وقت، جنگ میں شہادت کیلئے لڑتے وقت اور مظلوم کیلئے دعا کرتے وقت ان پانچوں وقتوں میں دعا کرنے میں عرش الٰہی کے علاوہ کوئی حجاب نہیں ہے''

حضرت امیر المومنین علیہ السلام کا ہی فرمان ہے:

من قراء مائة آية من لاقرآن، من اى القرآن شاء ثم قال: يا الله سبع مرات فلودعا على الصخرة لقعها ان شاء الله۔ [3]

اگر کوئی شخص کسی جگہ سے بھی قرآن کی سو آیات کی تلاوت کرنے کے بعد سو مرتبہ یا اللہ کہے اور پہاڑ کیلئے دعا کرے تو پہاڑ بھی اپنی جگہ سے ہٹ جائے انشاء اللہ''

امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے:

كان ابى اذا طلب الحاجة طلبها عند زوال الشمس، فاذا اراد ذلك قدم شيئاً فتصدق به و شم شيئاً من طيب، وراح الى المسجد ودعا فى حاجته بما شاء الله۔ [4]

''میرے والد بزرگوار زوال کے وقت اپنی حاجت طلب کرتے تھے، جب آپ حاجت طلب کرنے کا ارادہ فرماتے تو پہلے صدقہ دیتے خوشبو لگاتے مسجد ے جاتے اور اللہ سے اپنی حاجتیں طلب فرماتے''

۲۰۔ آدھی رات کے وقت دعا

رات میں تنہائی میں اپنے کو خدا کی بارگاہ میں پیش کرنے کا عظیم اثر ہے، اللہ کی رحمت انسان کی طرف متوجہ ہوتی ہے، انسان رات کے آخری حصہ میں اپنے نفس کو خدا کی طرف متوجہ ہونے کے علاوہ اور کچھ نہیں پاتا، رات کے آخری حصہ میں انسان خدا کی

---

[1] اصول کافی جلد ۲، صفحہ ۵۲۱، وسائل الشیعہ جلد ۴ صفحہ ۱۱۱۴، حدیث ۸۷۳۹۔

[2] وسائل الشیعہ جلد ۴: ۱۱۱۵، حدیث ۸۷۴۲

[3] ثواب الاعمال الصدوق صفحہ ۵۸۔

[4] اصول کافی جلد ۲ صفحہ ۵۲۱

رحمت کا استقبال کرنے کے لئے آمادہ ہوجاتا ہےاورخداوند عالم نے رات کے آخری حصہ میں وہ رحمتیں اور برکتیں قرار دی ہیں جودن اوررات کےدوسرے حصوں میں نہیں قرار دی ہیں۔

اوراسلامی روایات میں غوروفکر کرنے والے کے لئے اس میں کوئی شک کی گنجائش ہی نہیں ہے کہ تمام وقت برابر نہیں ہیں۔ اس کے علاوہ بھی بہت زیادہ اوقات ہیں جن میں انسان پراللہ کی رحمت کے دروازے کھلتے ہیں، بہت سے اوقات ہیں جن میں انسان پراللہ کی رحمت نازل ہوتی ہےالبتہ یہ اوقات بہت ہی افضل ہیں اوررات کے آخری حصہ میں اللہ کی رحمت زیادہ نازل ہوتی ہے۔

خداوندعالم کاارشاد ہے:

"یٰاَیُّهَاالْمُزَّمِّلُ قُمِ اللَّیْلَ اِلَّاقَلِیْلاً نِصْفَهُ اَوِنْقُصْ مِنْهُ قَلِیْلاً اَوْزِدْعَلَیْه وَرَتِّلِ الْقُرْآنَ تَرْتِیْلاًاِنَّاسَنُلْقِیْ عَلَیْكَ قَوْلاًثَقِیْلاً اِنَّ نَاشِئَةَ اللَّیْلِ هِیَ اَشَدُّ وَطْأًوَّاَقْوَمُ قِیْلاً"۔[1]

"اے میرے چادر لپیٹنے والے رات کواٹھومگر ذراکم آدھی رات یااس سے بھی کچھ کم کردو یا کچھ زیادہ کرواور قرآن کوٹھہر ٹھہر کر باقاعدہ پڑھوہم عنقریب تمہارےاوپرایک سنگین حکم نازل کرنے والے ہیں بیشک رات کااٹھنانفس کی پامالی کے لئے بہترین ذریعہ اورذکر کا بہترین وقت ہے"

مفضل بن عمرو نے امام جعفرصادق علیہ السلام سے نقل کیا ہے:

"کان فیماناجیٰ الله به موسیٰ بن عمران أنْ قال له:یابن عمران، کذّب مَنْ زعم أنّه یحبنی، فاذاجنّة اللیل نام عنّی، الیس کل محبّ یحبّ خلوةحبیبه ؟هاأنا یابن عمران مطّلع علیٰ احبائی، اذاجنّهم اللیل حوّلت ابصارهم فی قلوبهم ومثلت عقوبتی بین أعینهم، یخاطبونی عن المشاهدة، ویکلمونی عن الحضور۔

یابن عمران، هبّ لی من قلبك الخشوع،ومن بدنك الخضوع،ومن عینیك الدموع،وادعنی فی الظلمات فانّك تجدنی قریباًمجیباً"۔[2]

"جب موسیٰ بن عمران نے اللہ سے مناجات کی تواللہ نے فرمایا:اے موسیٰ جوشخص یہ گمان کرے کہ وہ مجھ سے محبت کرتا ہےتو تم اس کی تکذیب کرو،جب رات کی تاریکی چھاجاتی ہےتووہ سوجاتا ہے کیا ہرمحبوب اپنے حبیب سے تنہائی میں ملنانہیں چاہتا؟آگاہ ہو جاؤاے ابن عمران میں اپنے دوستوں کوبخوبی جانتا ہوں جب رات کی تاریکی چھاجاتی ہے تو میں ان کی آنکھوں کوان کے دلوں کی طرف پھیردیتا ہوں اپنی عقوبت کوان کی نظروں میں مجسم کردیتا ہوں وہ دیکھنے کے بجائے مجھ سے خطاب کرتے ہیں اورحاضر ہونے کے بجائے مجھ سے ڈرتے ہیں۔

---

[1] سورہ مزمل آیت ۱۔۶۔

[2] مجالس المفید صفحہ ۲۱۴،وسائل الشیعہ جلد ۴:۱۱۴۲۵حدیث ۸۷۸۱۔

اے ابن عمران تم اپنے دل سے خشوع، اپنے بدن سے خضوع اور اپنی آنکھوں کے آنسوؤں کو میرے لئے ہبہ کردو اور تاریکیوں میں مجھے پکارو پس تم مجھے اپنے سے قریب اور دعا قبول کرنے والا پاؤ گے“

اس روایت میں کئی باتیں غور طلب ہیں لیکن ہم بحث کے طولانی ہو جانے کی وجہ سے ان سے قطع نظر کرتے ہیں۔ شب اولیائے الٰہی کے لئے آتی ہے اور ان کو زندگانی اور اس کی مصروفیات سے روک دیتی ہے گویا شب انسان کو ان مصروفیات دنیا کے درمیان سے جدا کر دیتی ہے جو اس کو خداوند عالم کی طرف متوجہ ہونے سے روک دیتے ہیں اور یہ رات کی تنہائی کی فرصت ہوتی ہے جس میں انسان کے سامنے ذات الٰہی کسی رکاوٹ کے بغیر سامنے ہوتی ہے اور وہ اس خلوت میں خداوند عالم سے لو لگاتا ہے۔

جو یہ گمان کرتا ہے کہ وہ اللہ کو دوست رکھتا ہے لیکن جب رات چھا جاتی ہو تو انسان جس کو دوست رکھتا ہے اس کے حضور میں مناجات اور تضرع کرنے کے بجائے سو جائے تو وہ شخص جھوٹا ہے کیا ہر حبیب اپنے محبوب کی خلوت کو پسند نہیں کرتا؟

جب تاریکیٔ شب چھا جاتی ہے اور ہم زندگی کے مشکلات سے فارغ ہو جاتے ہیں تو ہماری دن میں پراکندہ ہو جانے والی قوت بصارت اور سماعت یکجا ہو جاتی ہے اور باہر سے اندر کی طرف چلی جاتی ہے دل میں زندگی کی زحمت سے اس دل کے اندر چلی جاتی ہے جو انسانی زندگی میں بصیرت و نور کا سرچشمہ ہے اس وقت ہماری بکھری ہوئی بصیرت اکٹھی ہو جاتی ہے اور باہر سے اندر کی طرف چلی جاتی ہے اور خداوند عالم اس وقت قلب انسانی کے لئے بصیرت و نور کے دروازے کھول دیتا ہے اس جملہ ”اذا جنّھم اللیل حوّلت ابصارھم فی قلوبھم“ کا یہی مطلب ہے اس وقت انسان خود کو خداوند عالم کی بارگاہ میں حاضر پاتا ہے اور غضب و رحمت الٰہی کو اپنے سامنے مجسم دیکھتا ہے تو جب وہ خداوند عالم سے مخاطب ہوتا ہے تو مشاہدہ اور حاضری کی بنا پر مخاطب ہوتا ہے دوری اور غیر حاضری کی بنا پر نہیں اور اس فقرہ ”یخاطبونی عن المشاھدۃ“ کا یہی مطلب ہے اور جب وہ خداوند عالم سے بات کرتا ہے تو خداوند عالم کو حاضر سمجھ کر بات کرتا ہے غائب سمجھ کر بات نہیں کرتا ہے اور اس فقرہ ”یکلمونی عن الحضور“ کا یہی مطلب ہے۔ اس کی نظروں میں عقوبت اور عذاب الٰہی مجسم ہو جاتا ہے اور اس فقرہ ”مثّلت عقوبتی بین اعینھم“ کا یہی مطلب ہے حبیب کی موجودگی کی انسیت نیز ان کی نظروں میں مجسم عقوبت کا خوف نیند کا سکون چھین لیتا ہے اور بھلا وہ کیسے سو سکتا ہے جو خود کو رات کی خلوت میں اپنے حبیب کے سامنے پائے؟ اور اس کو کیسے اونگھ آ سکتی ہے جبکہ وہ اپنی نظروں میں عذاب الٰہی کو مجسم دیکھ رہا ہو؟

یہ حالت یعنی قوت بصارت کے خارج سے اندر کی جانب چلے جانا اور دن میں پراگندہ ہونے کے بعد رات میں اکٹھا ہو جانے کا فطری نتیجہ ہے۔

حضرت امیر المومنین علیہ السلام اپنے معروف خطبہ متقین میں فرماتے ہیں:

”اَمَّا اللَّیْلُ فَصَافُّوْنَ اَقْدَامَھُمْ، تَالِیْنَ لِاَجْزَاءِ الْقُرْآنِ یُرَتِّلُوْنَھَا تَرْتِیْلاً، یُحَزِّنُوْنَ بِهِ اَنْفُسَھُمْ وَیَسْتَثِیْرُوْنَ بِهِ دَوَاءَ دَائِھِمْ۔ فَاِذَا مَرُّوْا بِاٰیَةٍ فِیْھَا تَشْوِیْقٌ رَکَنُوْا اِلَیْھَا طَمَعاً وَتَطَلَّعَتْ نُفُوْسُھُمْ اِلَیْھَا شَوْقاً، وَظَنُّوْا اَنَّھَا نُصْبُ اَعْیُنِھِمْ۔ وَاِذَا مَرُّوْا بِاٰیَةٍ فِیْھَا تَخْوِیْفٌ اَصْغَوْا اِلَیْھَا مَسَامِعَ قُلُوْبِھِمْ وَظَنُّوْا اَنَّ

زَفِيْرِ جَهَنَّمَ وَشَهِيْقَهَافِيْ اُصُوْلِ اٰذَانِهِمْ، فَهُمْ حَانُوْنَ عَلٰى اَوْسَاطِهِمْ مُفْتَرِشُوْنَ لِجِبَاهِهِمْ وَاَكُفِّهِمْ وَرُكَبِهِمْ وَاَطْرَافِ اَقْدَامِهِمْ يَطْلِبُوْنَ اِلَى اللهِ تَعَالٰى فِيْ فَكَاكِ رِقَابِهِمْ وَاَمَّاالنَّهَارُفَحُلَمَاءُ عُلَمَاءُ اَبْرَارٌاَتْقِيَاء "[1]

"رات ہوتی ہے تواپنے پیروں پر کھڑے ہوکرقرآن کی آیتوں کی ٹھہرٹھہر کرتلاوت کرتے ہیں جس سے اپنے دلوں میں غم واندوہ تازہ کرتے ہیں اوراپنے مرض کا چارہ ڈھونڈ ھتے ہیں جب کسی ایسی آیت پران کی نگاہ پڑتی ہے جس میں جنت کی ترغیب دلائی گئی ہو،تواس کی طمع میں اس طرف جھک پڑتے ہیں اوراس کے اشتیاق میں ان کے دل بے تابانہ کھنچتے ہیں اور یہ خیال کرتے ہیں کہ وہ (پرکیف) منظران کی نظروں کے سامنے ہےاور جب کسی ایسی آیت پران کی نظرپڑتی ہے کہ جس میں (جہنم) سے ڈرایا گیاہوتواس کی جانب دل کے کانوں کو جھکا دیتے ہیں اور یہ گمان کرتے ہیں کہ جہنم کے شعلوں کی آواز اور وہاں کی چیخ وپکاران کے کانوں کے اندر پہنچ رہی ہے،وُہ (رکوع) میں اپنی کمریں جھکائے اور (سجدہ میں اپنی پیشانیاں ہتھیلیاں گھٹنے اور پیروں کے کنارے (انگوٹھے) زمین پر بچھائے ہوئے ہیں اور اللہ سے گلوئے خلاصی کے لئے التجائیں کرتے ہیں۔دن ہوتا ہے تو وہ دانشمند عالم،نیکوکاراور پرہیز کارنظرآتے ہیں"

نہج البلاغہ میں ہی حضرت امیرالمومنین علیہ السلام نوف بکالی سے رات کی تعریف یوں بیان فرماتے ہیں:

يَانُوْف اِنَّ دَاوُدعليه السلام قَامَ فِيْ مِثْلِ هٰذِالسَّاعَةِ مِنَ اللَّيْلِ، فَقَالَ:اِنَّهَا سَاعَةٌ لَايَدْعُوْ فِيْهَا عَبْدٌ اِلَّااسْتُجِيْبَ لَهُ "[2]

"اے نوف بیشک داود علیہ السلام رات کے اس حصہ میں عبادت کے لئے کھڑے ہوتے تھے، پھرفرمایا: یہ وہ وقت ہے کہ جس میں دعا کرنے والے کی دعاضرورمستجاب ہوتی ہے"

حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مروی ہے؟

"اذاكان آخر الليل يقول الله عزّوجلّ:هل من داع فأُجيبه ؟وهل من سائل فأُعطيه سؤله ؟وهل من مستغفر فاغفرله ؟ هل من تائب فاتوب عليه"

"جب رات کا آخری حصہ آتا ہےتواللہ عزوجل کہتا ہے: ہے کوئی دعا کرنے والاجس کی دعا قبول کی جائے؟ ہے کوئی سوال کرنے والاجس کواس کےسوال کا جواب دیا جائے؟ ہے کوئی استغفار کرنے والا کہ اس کی بخشش کروں؟ ہے کوئی توبہ کرنے والا کہ اس کی توبہ قبول کروں؟۔

---

[1] نہج البلاغہ خطبہ ۱۹۳۔

[2] نہج البلاغہ دوسری قسم صفحہ ۱۶۵۔

۲۱۔ دعا کے بعد ہاتھوں کو چہرے اور سر پر پھیرنا

امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے:

"ما ابرز عبد یده الی الله العزیز الجبار الا استحیا الله عزّوجلّ ان یردّها صفراً، حتیٰ یجعل فیها من فضل رحمته ما یشاء، فاذا دعا احد کم فلا یردّ یده حتیٰ یمسح علیٰ وجهه ورأسه"[1]

"کوئی بندہ اپنے ہاتھ خدائے عزیز وجبار کے سامنے نہیں پھیلاتا مگر یہ کہ خداوند عالم اس کو خالی ہاتھ واپس کرنے پر حیا محسوس کرتا ہے اور اپنے فضل ورحمت سے جو کچھ چاہتا ہے اس کے ہاتھ پر رکھ دیتا ہے لہٰذا تم میں سے کوئی دعا کرے اور اپنے ہاتھ ہٹائے تو وہ اپنے ہاتھوں کو چہرے پر مل لے"

موانع اور رکاوٹیں

(کونسی چیزیں دعا کے اللہ تک پہنچنے میں مانع ہوتی ہیں؟)

اس بحث میں ہم اس سوال کا جواب پیش کریں گے انشاء اللہ۔

بیشک دعا کے بارے میں جیسا کہ کہا گیا ہے کہ دعا وہ قرآن صاعد ہے جو اللہ کی طرف سے نازل ہونے والے قرآن کے بالمقابل ہے۔ نازل ہونے والے قرآن میں عبودیت، بندہ کو صرف خود کو خدا کی بارگاہ میں پیش کرنے اور صرف اسی سے لو لگانے کی دعوت دی گئی ہے اور قرآن صاعد میں اس دعوت پر لبیک کہی گئی ہے۔

لیکن یہاں پر کچھ ایسے موانع ہیں جو دعاؤں کو اللہ کی بارگاہ میں پہنچنے سے روک دیتے ہیں اور اللہ کی بارگاہ میں ان دعاؤں کے پہنچنے سے روکنے والے اہم موانع گناہ اور معصیتیں ہیں دعائے کمیل میں وارد ہوا ہے:

"اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِیَ الذُّنُوبَ الَّتِیْ تَحْبِسُ الدُّعَاءَ"

"خدایا میرے ان تمام گناہوں کو بخش دے جو دعاؤں کو قبول ہونے سے روک دیتے ہیں"

اور اسی دعائے کمیل میں آیا ہے:

"فَاَسْاَلُكَ بِعِزَّتِكَ اَنْ لَا یَحْجُبَ عَنْكَ دُعَائِیْ سُوْءُ عَمَلِیْ"

"میں تجھ سے سوال کرتا ہوں تیری عزت کے واسطے سے کہ میری بدعملی میری دعا کو پہنچنے سے نہ روکے"

ہم عنقریب ان موانع (رکاوٹوں) کی تحلیل کریں گے انشاء اللہ:

[1] اصول کافی جلد ۲ صفحہ ۳۴۲؛ من لایحضرہ الفقیہ جلد ۱ صفحہ ۱۰۷؛ بحار الانوار جلد ۹۳ صفحہ ۳۰۷۔